باسمہ تعالیٰ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

(ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

احکام جنازہ

تالیف

حضرت العلام مولانا عبدالرحمان فاضل دیوبند

ناشر ادارہ اشاعت السنۃ المحمدیہ لائلپور

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

(ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

احکامِ جنازہ

حضرۃ العلّام

مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند

بانی

مدرسہ اشرف المدارس، لائل پور

www.KitaboSunnat.com

ناشر

ادارہ اشاعت السنۃ المحمدیۃ۔ لائل پور

۹۹-۰۰ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

جون ـــــــــ ۱۹۷۷ء

ناشر : ـــــــــ حاجی مرزا محمد اسحٰق زیدی

کتابت : ـــــــــ اقبال احمد خالد

اشاعت فنڈ ـــــــــ چھ روپے

طباعت : ـــــــــ لائلپور نفیس پرنٹنگ پریس لائلپور

ـــــــ ملنے کے پتے ـــــــ

۱- حاجی مرزا محمد اسحاق زیدی محلہ گورو نانک پورہ گلی نمبر ۶ - لائل پور

۲- دارالمطالعہ ختم نبوت - بھوانہ بازار - نشاط ہوٹل بلڈنگ لائل پور

فہرست

نعرۂ توحید

اللہ اکبر

کہیں نخل مرقد کی چھاؤں میں سجدے — کہیں مرنے والے کے پاؤں میں سجدے
اشاروں میں سجدے نگاہوں میں سجدے — یہاں اور وہاں خانقاہوں میں سجدے
یہ قبہ پرستی کا پامال سجدہ — مزاروں پہ جا جا کے ہر سال سجدہ
پشاور سے دہلی تک الحاد ریزی — مسافر ہیں آنکھوں پہ سجدہ ریزی
یہ سب بیج بدعتی پیروں کا بویا ہوا ہے — کہ ہر شخص بدعت کا جویا ہوا ہے
مزاروں پہ جاتے ہو بہر سفارش — جو خود سو چکے کیا سنیں گے گزارش
خدا ہے اگر عالم الغیب اپنا — عیاں ہے اگر اس پہ ہر عیب اپنا
نہیں ہے اگر علم محدود اس کا — اگر سب میں ہے نور موجود اس کا
جو انکار کی کوئی صورت نہیں ہے — سفارش کی چنداں ضرورت نہیں ہے
وہ بے پاک رندوں کی سنتا ہے پہلے — کہ مردوں سے زندوں کی سنتا ہے پہلے
جو مائل بخواب اجل ہو چکے ہیں — لحد میں جو آرام سے سو چکے ہیں

جو کروٹ بدلنا نہیں جانتے ہیں
انہیں آپ مشکل کشا مانتے ہیں

نفیس خلیلی



كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

(مسلمانو! یاد رکھو) ہر جان کے لیے (بالآخر) موت کا مزہ چکھنا ہے

بندے نہ ہوں گے جتنے خدا ہیں خدائی میں
کس کس خدا کے سامنے سجدہ کرے کوئی

ستم سے باز آ ظالم قیامت ہونیوالی ہے
بہ پیشِ داورِ محشر عدالت ہونیوالی ہے

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا
اس خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن



سیدنا
حضرت
امام
شاہ
محمد اسمٰعیل شہید
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
"کلام شاہ اسمٰعیل شہید"

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی



آہ! یہ دُنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر! — آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر!
کتنی مشکل زندگی ہے! کس قدر آساں ہے موت — گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں — کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں
کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت — دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں — ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آغوش میں
نے مجالِ شکوہ ہے، نے طاقتِ گفتار ہے — زندگانی کیا ہے، اک طوقِ گلو افشار ہے
موت کے ہاتھوں سے مِٹ سکتا اگر نقشِ حیات — عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات
آہ غافل! موت کا رازِ نہاں کچھ اور ہے — نقش کی ناپائیداری سے عیاں کچھ اور ہے
موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے — خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

(حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)



بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نو امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

سمجھ میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیئے

موت اور انسانیت

نظر اس موت پر اٹھتی جوانی میں جو آتی ہے — عروسِ نو کو بیوہ، ماں کو دیوانہ بناتی ہے

جہاں سے جھٹپٹے کے وقت اک تابوت نکلا ہو — نظر اس شب پہ جو پہلے پہل اس گھر میں آتی ہے

عزیزوں کی نگاہیں ڈھونڈتی ہیں مرنے والے کو — نظر اس صبح پر جو غم کا یہ منظر دکھاتی ہے

نظر اس سوز پر پیدا جو ہوتا ہے طبیعت میں — اندھیری رات میں رونے کی جب آواز آتی ہے

نظر ان آنسوؤں پر ماں کی آنکھوں سے جو بہتے ہیں — جگر تھامے ہوئے جب لاش پر بیٹے کی آتی ہے

نظر اس بے بسی پر اپنے شوہر کے جنازہ پر — کلیجہ تھام کر تازہ دلہن جب سر جھکاتی ہے

نظر اس درد پر جو ہجر کی راتوں میں اٹھتا ہے — نظر اس کرب پر جب روح کھنچ کر لب پہ آتی ہے

کیا یہ دنیا سراسر خواب اور خوابِ پریشاں ہے
خوشی آتی نہیں سینے میں جب تک سانس آتی ہے

توحید میں شرک کی ملاوٹ

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں

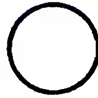
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

علامہ مولانا حالیؒ مرحوم

قبر پرستی اور عرس

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

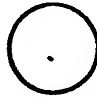


زندگی کہتی ہے غافل میں فنا کا باب ہوں

چھیڑتے سازِ غم جس سے میں وہ مضراب ہوں

عافیت سے دور رکھتی ہوں اذیت سے قریب

منتشر بادل کا سایہ ہوں پریشاں خواب ہوں



زندگی کیا ہے فقط چند نفس کی مستی

جلد ہی خاک کی آغوش میں سو جانا ہے



مقدمہ

بقیۃ السلف حضرت الحاج علامہ پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب ایم۔ اے سیالکوٹی
ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث (پاکستان)

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی النبی المصطفیٰ

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ رب ذوالجلال کے فیصلہ داعلان کے مطابق ہر ذی روح اس وادی سے گزرنے والا ہے۔ مگر مقامِ افسوس ہے کہ ہم لوگ عام طور پر موت کو ایک ناقابلِ انکار حقیقت تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس سے بڑی حد تک غافل و لاپرواہ ہیں۔ موت کو یاد رکھنا اور اسکی آمد کو ہر وقت پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی کی اصلاح کرنا آخرت کی کامیابی کیلئے ضروری ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق اربابِ تاریخ نے لکھا کہ انہوں نے اپنی سرکاری مہر ــــ جسے وہ ہر وقت زیبِ انگشت کیئے رہتے تھے ــــ پہ کندہ کروا رکھا تھا۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ (اے عمرؓ موت بذاتِ خود ایک مکمل واعظ ہے)

یہ اسلیئے کہ شاہی وقار اور جاہ وجلال اور فتوحات کی کثرت کسی لمحہ بھی یہ حقیقت نظروں سے اوجھل نہ کر دے کہ بادشاہوں کے بادشاہ اور دنیا کے فاتحِ اعظم سے لے کر ایک عام انسان کو بھی موت کے بعد خداوندِ کائنات کی بارگاہِ عالی میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ خود رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:۔

اُذْكُرُوْا هَاذِمَ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ۔

(دنیا کی رنگینیوں اور بوقلمونیوں میں کھو کر کہیں موت کو فراموش نہ کر بیٹھنا اسکی یاد ہمیں بہت سی غفلتوں سے بچائے گی)

لہٰذا ہر وہ کوشش جو ہمیں موت کی اٹل حقیقت اور اسکے بعد آنے والے واقعات سے آگاہ کرنے کیلئے کی جاتی ہے۔ قابلِ قدر ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں موت اور اسکے متعلقات نیز موت کے بعد پیش آنے والے حقائق کو مخبرِ صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خدائے قدوس کے فرامین کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جس منزل سے ہر انسان نے گذرنا ہے اسکی واقفیت اسکے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کتاب کی خوبی یہی ہے کہ وہ مجمل مگر مدلل طور پر اس آنے والی منزل کی نشان دہی کرتی ہے۔ کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اور جنازہ کی علمی تحقیق شامل کی گئی ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مصنف اور پڑھنے والوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہم سب اپنے اعمال کی اصلاح کر کے موت کے بعد آنے والی زندگی کی ابدی سرخروئی اور کامیابی حاصل کر سکیں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ساجد میر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

سخنہائے گفتنی

زیر نظر کتاب شائع کرنے کا محرک وہ حدیث ہے جس میں امام الانبیاء خاتم النبیین ختم المرسلین سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِہٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَہُمُ اللّٰہُ فِیْہِ

(رواہ مسلم)

"جس فوت شدہ مسلمان پر ایسے چالیس آدمی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول فرماتے ہیں"

یقیناً یہ ایک اچھی نوید ہے نمائشی جنازوں سے پرہیز کرنا چاہیئے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں مگر میت کے لیے بے کار و بے سود ثابت ہوتا ہے کیونکہ سینکڑوں کے اس مجمع میں کوشش سے بھی ۴۰ افراد ایسے نہیں ملتے جو نماز جنازہ کے مسائل سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں اور نماز جنازہ مسنون طریقے سے پڑھنا جانتے ہوں۔

اس کے علاوہ ایک اور ناسور جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے بالکل بے کار اور لا یعنی سی رسومات ہیں، جو کہ کسی شرعی جواز نہ رکھنے کے باوجود لازمی سمجھی جاتی ہیں۔ ان پڑھ ہی نہیں تعلیم یافتہ اور سمجھ دار طبقہ بھی ان رسومات کو

اس باقاعدگی سے ادا کرتا ہے کہ یہ یقین سا ہونے لگتا ہے کہ یہ رسومات ہی اصل ایمان ہیں حالانکہ ان کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اس کے باوجود میّت کے لواحقین ان کو اپنے اوپر فرض سمجھ لیتے ہیں مگر وہ میّت کو فایدہ تو کیا پہنچائیں گے ہاں اپنی عاقبت ضرور خراب کر لیتے ہیں۔ رسومات رسم قل، نیجہ، ساتواں، چالیسواں، اور مروجہ فاتحہ خوانی تمام بدعات میں شامل ہیں۔ ان سب باتوں کے پیش نظر

رفقاءِ عظام

جاوید اقبال، جمشید خان انجم۔ ڈاکٹر محمد نسیم مرزا لیبیا۔ ڈاکٹر محمد فاضل سعودی عرب۔ نوید مسعود صاحبان اور ہم نے ایک جیّد عالم اور صاحبِ قلم حضرۃ العلام مولانا عبد الرحمٰن فاضل دیوبند سے درخواست کی کہ آپ نماز جنازہ پر کتاب لکھیں۔ انہوں نے جس انداز میں مسائل جنازہ اور دوسری باتوں پر روشنی ڈالی، وہ یقیناً اپنی مثال آپ ہے ہم تہ دل سے ان کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس دینی کام میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین۔ ہم آخر میں بزرگان دین اور

رفقاءِ کرام

میاں شفیق انور، شیخ محمد الیاس، چوہدری محمد سلیم خالد ومیں، شیخ عبد المجید اعظم مارکیٹ لاہور، حافظ عبد الوحید لاہور، الیاس احمد پتوں، سید طاہر شجاع زیدی ملتان، ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر محمد بشیر محمد محسن وا بلہ، محمد اکرم کاہلوں، حاجی محمد فاضل، غلام عباس، امجد عقیل، عبد الرشید، محمد افضل شیخ محمد نعیم، شیخ عبد الحمید، شیخ عبد المجید، میاں یونس، محمد محسن چاولہ، چوہدری آفتاب احمد انگلینڈ اور دیگر حضرات کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں مجھ سے بھرپور تعاون کیا۔ قارئین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ صمیم قلب سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

حاجی مرزا محمد اسحٰق زیدی لائلپوری

لفافا صفحہ 30 پر از رفقاء کرام

تقریظ

معلمِ اسلام سلطان المناظرین حضرت السلام مولانا حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی مدظلہ، ناظم علمی مرکزی جماعت اہلحدیث پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء

کتاب "احکام جنازہ" مصنفہ۔ فاضل رفیق حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب لائلپوری پڑھنے کے بعد بےساختہ زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے کہ:

"ماشاء اللہ یہ مختصر تصنیف اپنے موضوع پر ایک علمی اور تحقیقی شاہکار ہے۔ فاضل مصنف نے مسئلہ کے ہر پہلو پر نہایت مدلل، عام فہم، دلنشیں اور احسن پیرایۂ بیان میں سیر حاصل بحث کی ہے۔"

فاضل مصنف نے اپنی اس تصنیف لطیف میں احکام مرض، احکام مریض، ورثاء میت کے فرائض، غسل میت، تکفین میت، احکام جنازہ، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی قراءت بالجہر اور جنازہ کے احکام و مسائل کے سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں رواج پذیر بدعات جیسے اہم عنوانات کو موضوع سخن بنا کر حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ مصنف محترم نے اس سلسلہ میں شیعہ حضرات کی طرف سے پیدا کردہ ایجادات پر بھی عالمانہ تحقیق فرمائی ہے۔

آخر میں سرورِ دنیا و دیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف، رختِ سفر باندھ کر تشریف لے جانے، آپؐ کے مرض الموت کے واقعات اور آپؐ کی نمازِ جنازہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس سلسلہ میں شیعہ حضرات کے اعتراضات پر نہایت حسن و خوبی کے ساتھ تبصرہ فرمایا ہے جس کے پیشِ نظر فاضل مصنف ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔

حضرت مولانا صاحب نے اپنی کتاب کے آغاز میں حضرت امام محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاعرِ مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے موت کے موضوع پر اشعار مزین فرما کر کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس لیئے راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اس کتاب کا ہر گھر میں اور ہر فرد کے پاس ہونا ضروری ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے معاونین کی اس محنت کو شرفِ قبولیت بخش کر ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

کتابت اور طباعت کے حسن نے بھی مضمون کا حق ادا کر دیا ہے۔ فقط

۱۶ر جولائی ۱۹۷۴ء

حافظ عبدالقادر روپڑی

جامع قدس۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تقریظ

عالم بے بدل فاضل اجل حضرت علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر ایم۔ اے فاضل مدینہ یونیورسٹی

رسالہ "احکام جنازہ" مصنفہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند لائلپوری کا جستہ جستہ دیکھنے کا موقع ملا۔ جس میں فاضل مصنف نے بڑی سعی و کاوش کے ساتھ موت میت، احکام مرض، تکفین میت، آداب قبور اور تجہیز و تکفین کے سلسلہ کے جملہ مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ سپردِ قلم فرمائے ہیں اور پھر اس سلسلہ میں جس قدر بدعات و منکرات جنم لے چکی ہیں، آپ نے نہایت احسن انداز میں ان کی بھی تردید فرمائی ہے۔

اسلام چونکہ ایک کامل، اکمل دستورِ حیات ہے اور ایک ایسا مینارۂ نور ہے جو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر ہر لمحے اور ہر موڑ کے لیئے روشنی بخشتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اسلام خوشیوں اور غمیوں کے مواقع کے لیئے احکام آداب اور قواعد کی تعلیم نہ دیتا۔ جنازہ کے احکام پر مشتمل اس رسالہ کے مطالعہ سے جہاں موضوعِ زیر بحث کے سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی وہاں یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہو گی کہ وہ دین فی الواقع اکمل اور جامع ہے جس کے دامن میں زندگی کے اس موڑ کے لیئے ــــ جس سے ہر فرد بشر نے گزرنا ہے ــــ کس قدر خوبصورت اصول و قواعد ہیں۔

عربی اُردو اور دیگر زبانوں میں اس موضوع پر اگرچہ بے شمار کتابیں موجود ہیں تاہم حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب مدظلہ کی یہ تصنیف اس سلکِ مرواریدمیں نہایت قابلِ قدر ثابت ہوگی اور امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ العزیز نہایت مفید نتائج برآمد ہوں گے۔

ہم مولانا موصوف کی اس کوشش پر ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دست بدعاء ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین!

احسان الٰہی ظہیر

ایڈیٹر ترجمان الحدیث، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

مبلغ اسلام حضرت الحاج مولانا محمد شریف صاحب اشرف سابق پرنسپل مدینہ یونیورسٹی لائلپور کتاب "احکام جنازہ" مصنفہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند لائلپوری کے مطالعہ کا موقع ملا۔ مولانا موصوف نے بروقت قلم اٹھا کر عوام کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اور بڑی شرح و بسط سے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اور یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ نے اندھیری شب میں علم کا چراغ روشن کیا ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں ایک ایسا مرقع تیار کیا ہے جس کی اس دور میں ضرورت تھی۔ بدعات اور خرافات کے متعلق حضرت مولانا کے قلم سے جو تحریر ہوا ہے۔ وہ حق ہے اس سے بہت حد تک عوام کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوگا۔

مولانا کا طرز بیان اور طرز استدلال قابل تحسین ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی اور سلف صالحین کے اقوال سے احکام جنازہ اور اسکے متعلقات پر پوری بحث کی گئی ہے اور اصل مسئلہ اور اس کی زد سے عوام کو آشنا کیا گیا ہے۔

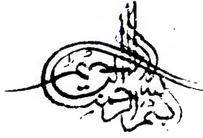
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کی تجہیز و تکفین پر جو جائزہ کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ قابل قدر ہی نہیں بلکہ اہل بدعت کی آنکھیں کھولنے کے لیئے بہت کافی ہے۔

زبان کی سلاست اور روانی نے کتاب میں ایک رونق اور بہار پیدا کر دی ہے۔ اس قسم کی کتاب کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ رقت پر صحیح انداز میں عمل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا موصوف کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اُن کے علوم سے عوام کو استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

ان الفاظ کے بعد میں اُن احباب کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے حضرت مولانا کو اس تالیف پر آمادہ کیا اللہ تعالیٰ اُن کے دینی جذبے کو قائم اور دائم رکھے اور حضرت مولانا کے ساتھ ہی اُن کو اس اجرِ عظیم میں شریک فرمائے۔ آمین!

۲۱ رجولائی ۷۴ء ۱۹ء

محمد شریف اشرف
سابق پروفیسر مدینہ یونیورسٹی
گلبرگ بی ۶۵۔ لائل پور



تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہٗ صاحب مدظلہٗ

احکام جنازہ ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ زبان سے بے اختیار جاری ہوتا ہے کہ مولانا صاحب نے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ مولانا موصوف نے بڑی جانفشانی اور تحقیق کے بعد کتاب کو ترتیب دیا ہے اور مسئلہ زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر خوب خوب روشنی ڈالی ہے اور اب اس مسئلہ پر شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اسلام ایک مکمل اور اکمل دستور حیات ہے اور زندگی کے ہر ہر پہلو کو اجاگر کرتا چلا جاتا ہے اس خوبصورتی سے اسلام نے خوشیوں اور غم کے منانے کا طریق کار مرتب فرمایا ہے اور ایسے ستھرے اور خوبصورت احکام۔ آداب اور قواعد مہیا فرمائے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اس کتاب کی موجودگی سے نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے قواعد ہر مرد کے لئے روشن و منور ہو گئے ہیں اور اس کی موجودگی ہر گھر میں ضروری ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے بارے میں مدلل اور جامع رپورٹ شامل کر کے تحقیق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اور یہ عمل

لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر مولانا صاحب کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اور موضوعات پر ایسی ہی جامع اور خوبصورت کتابیں پیش کریں۔ کتاب کی خوبصورتی اس کی اعلیٰ اور صاف کتابت کے بھی مرہونِ منت ہے اور کاتب نے بڑی محنت اور لگن سے کام سرانجام دیا ہے۔ فقط

خادم العلم
محمد عبداللہ
شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ
شیخوپورہ روڈ لائلپور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ٥

شیخ التفسیر حضرت العلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند الہ پوری کی کتاب "احکام جنازہ" پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ کتاب کے مطالعہ سے میں نے محسوس کیا کہ کتاب اپنے مسائل و احکام کے اعتبار سے نہایت جامع اور انداز تحریر کے لحاظ سے بہت مفید ہے۔

چونکہ کتاب میں بعض اہم دینی مسائل پر نہایت مدلل، عام فہم اور سلیس انداز میں بحث کی گئی ہے اس لیے ایسی کتاب کا ہر اس گھرانے میں ہونا ازبس ضروری ہے جسے دینی مسائل سے کسی طرح کا بھی لگاؤ اور دلچسپی ہو۔

مصنف حضرت العلام ایک معروف عالم دین اور دینی مسائل پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف کئی سال فارغ التحصیل طلباء کو دورہ تفسیر پڑھاتے رہے۔ میں ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ وہ دینی علم و فضل سے مسلمانوں کو مستفید کرنے کے لیے اس سلسلہ تالیف و تصنیف کو جاری رکھیں، اور اسی نوعیت کے اہم دینی موضوعات پر عوام الناس کی صحیح راہنمائی کا فریضہ انجام دیں تو یہ ایک طرف ان کے اپنے علم و فضل کا صحیح مصرف ہو گا۔ تو دوسری طرف مسلمان مسائل دینیہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے اصلی اور حقیقی روپ میں دیکھ سکیں گے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ مولانا موصوف، اور ہمارے تمام رفقا کو دعاؤں میں یاد رکھیں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف و طباعت میں حصہ لیا۔ رفقا

خیر اندیش

میاں شفیق انور ۸۳۲ بی پیپلز کالونی لائل پور

رفقاء کرام

بزرگوں اور دوستوں کے لئے خلوص نیت سے دعا فرمائیں ان کی دنیا اور آخرت بہتر اور خاتمہ ایمان پر ہو (آمین ثم آمین)

حاجی محمد شریف، صوفی احمد دین، شیخ مختار احمد، حاجی غلام رسول یونائیٹڈ، حاجی محمد اکرم لاہور
نادر خاں عسکری لاہور، حاجی محمد صدیق، مرزا تاج الدین، مرزا عبداللطیف، میاں عبدالواحد
میاں محمد یوسف، میاں عبدالستار، میاں حبیب اللہ، شیخ منظور الٰہی، شیخ محمد خالد
خالد شو کمپنی، شیخ عبدالرحمن، محمد عارف (سابق عبدالنبی) مظہر خورشید، چوہدری ذاکر علی
مصباح الدین جمیلی، قربان علی، میجر عبدالغفار ڈوگر، میجر محمد اقبال ظفر، چوہدری فرزند علی
سراج انور، میاں مظفر، مرزا یونس جاوید، میاں محمود احمد سمندری، قاضی مظہر الٰہی
حاجی محمد اسلم، شیخ بشیر احمد، نذیر احمد، محمد سعید، شیخ ریاض احمد، شیخ محمد یونس
شیخ عبدالقیوم، محمد اسحاق، محمد ادریس، شیخ محمد جاوید گوجرانوالہ، چوہدری محمد اسلم
حافظ عبدالرحمن لاہور، ذوالفقار، افتخار، غلام رسول شاہ، سید عبدالرحمن، محبوب انور۔
محمد طارق۔ لیاقت علی۔ شیخ ارشد الٰہی روڑی، جعفر حسین اعوان۔ ڈاکٹر شوکت محمود۔
شفقت محمود لاہور، شفقت رسول۔ حبیب احمد خان، طاہر جاوید، حاجی محمد اختر۔ ملک محمد شریف

جزاھم اللہ احسن الجزاء

حاجی مرزا محمد اسحٰق زبیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

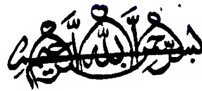
احکام جنازہ کتاب پڑھنے کا موقع میسر ہوا۔ اس کتاب میں شیخ التفسیر مولانا عبدالرحمٰن فاضل دیوبند لاکھپوری نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام سرانجام دیا ہے آپ نے جنازہ کے ہر ہر پہلو پر خوب خوب روشنی ڈالی ہے اور افراد کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ ہمارے معاشرہ میں اس موضوع پہ کتاب بہت خال اور نایاب ہے اور ڈھونڈھے سے میسر آتی ہے۔ لیکن اس غم کی حالت میں ہر انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ احکام کو حرف بہ حرف اور لفظاً بہ لفظ پورا کرے تاکہ میت سے پوری پوری ہمدردی کر سکے اور اپنی ذات کو پورا پورا سکوت ہو۔ اس کتاب کی موجودگی سے تمام مشکلات بالکل حل ہو گئی ہیں اس لیے کتاب کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ مولانا موصوف نے کوزے میں دریا بند کر کے عوام الناس کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے اس تفصیل اور حقائق کے ساتھ کتاب کو لکھا ہے کہ اس میں مزید گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حضرت مولانا موصوف نے کتاب کے آخر میں آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور تجہیز و تکفین کے متعلق حقائق پیش کر کے کتاب کو جامع اور ٹھوس بنا دیا ہے۔ کتاب کی کتابت اور طباعت نے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر مولانا موصوف کو ایسی اور کتابیں

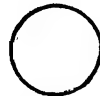
لکھنے اور ادارہ اشاعتِ سُنّۃ المحمدیّہ کو زیادہ روشناس کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اور غیر معمولی ذہانت اور ذہن نصیب فرمائے۔ آمین فقط والسلام۔

پروفیسر سعید احمد چوہدری
لیکچرار گورنمنٹ کامرس کالج۔ لائل پور

۱۶ رجولائی ۱۹۷۴ء



جانور پیدا ہوئے تیری وفا کے واسطے
چاند، سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے



توں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

علامہ اقبالؒ



تمہیدی کلمات

کلمہ توحید کے دو جزء ہیں۔ پہلا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پہلے جزء کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی خداوندِ قدوس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی جائز نہیں۔ گویا پوری زندگی میں اللہ تبارک کا مملوک و محکوم بن کر اُس کے احکام پر چلنا عبادت و غلامی کو مستلزم ہے۔ اُسی کا حکم ساری کائنات اور اُس کے ہر ذرّے پر نافذ ہے اور انسان کے لیئے بھی اپنے ارادہ و اختیار سے اُسکے حکم و فرمان کی اتباع کرنا لازمی ہے۔

انسان کلمہ توحید کے پہلے جزء کو پڑھ کر یہ عہد کرتا ہے کہ میں صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہی کو معبودِ برحق، مشکل کشا و حاجت روا، نفع و نقصان کا مالک ہر لمحہ اور ہر مقام پر سمجھوں گا۔ اُسکے فرامین و احکامات کے خلاف میرا کوئی قول و فعل نہیں ہوگا۔

لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں حکم اور فرمان اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور فلاں نہیں۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کلمہ کا دُوسرا جزُ ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسُول ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات و فرامین آپ کی بدولت معلوم ہوئے ہیں۔

لہٰذا کلمہ توحید پڑھ کر انسان یہ عہد کرتا ہے کہ میں اپنی پوری زندگی میں خدا کے اُن تمام احکام و فرامین کی پیروی کروں گا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوعِ انسانی تک پہنچے ہیں۔

بفرضِ محال اگر مجھے خدا تعالیٰ کا کوئی حکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور ذریعہ سے ملے مثلاً سابقہ آسمانی کتب کے ذریعے، مجھے اُس حکم کو بھی نہیں ماننا بلکہ ردّ کر دینا ہے کیونکہ میں نے کلمہ صرف حضرت محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے کسی اور کا نہیں۔ آپؐ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق فرمانِ ایزدی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل　　جبرائیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

حضرت محمد مصطفےٰ، احمدِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تک بات

نہیں کرتے جب تک حضرت جبرائیلؑ آپ کو نہ بتائیں اور حضرت جبرائیلؑ اُس وقت تک گفتگو نہیں کرتے جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ نہ فرمائیں۔

اِسی لیے تو کسی نے کہا ہے ؂

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید　　که هرگز بمنزل نخواهد رسید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف چل کر کوئی شخص منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

برادرانِ اسلام! جب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اطاعتِ نبویؐ کو اپنائیں۔ اِس لیئے کہ وہ اطاعت الٰہی کو متضمن ہے۔

یاد رکھیئے انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں :-

(۱) دنیوی زندگی　(۲) اُخروی زندگی

دنیوی زندگی کو دارالعمل اور اُخروی زندگی کو دارالجزاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یعنی دُنیوی زندگی میں انسان جو اعمال کرے گا اُس کا ثمر اُسے آخرت میں ملے گا۔ فرمانِ نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس پر دالّ ہے۔

اَلدُّنیا مزرعۃ الآخرۃ کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ لیکن انسان کی اِن دونوں زندگیوں کے مابین ایک سفر ہے۔ جسے موت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو ایک حتمی امر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،

ہر انسان موت کو چکھنے والا ہے، اور تمہیں قیامت کے دن اعمال کا پُورا پُورا بدلہ دیا جائے گا۔

موت ایک ایسا مُسلّم امر ہے جس کے غیر مُسلم بھی قائل ہیں۔ آپ اگر غور فرمائیں تو آپ کو منکرین خدا تو سابقہ و موجودہ ازمنہ میں ملیں گے لیکن منکرِ موت کوئی نہیں ملے گا۔ اُس کے اسباب و وجوہات میں تو اختلاف ہو گا۔ لیکن انکار کی کسی کو جرأت نہ ہو گی۔ اِسی لیے توکسی نے خوب کہا ہے ؎

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَاسٍ شَارِبُوهَا
اَلْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَاسٍ دَاخِلُوهَا

موت ایک ایسا پیالہ ہے جسے ہر انسان پی کر رہے گا۔ اور قبر ایک ایسا دروازہ ہے جس میں ہر انسان داخل ہونے والا ہے۔

انسانی تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر شاہد ہیں کہ موت کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ بڑے بڑے شہنشاہ اور نامور بہادر بھی اِس سے بچ کر نہ نکل سکے۔ سکندر اعظم نے دُنیا کو تو فتح کر لیا لیکن خود موت سے مفتوح ہو گیا۔ قارون بے شمار خزانوں سے زندگی کے چند لمحات بھی نہ خرید سکا۔ رستم نے بڑے بڑے پہلوانوں کو تو پچھاڑ دیا مگر خود موت سے پچھڑ گیا، کیا یہ سب کچھ اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ اِنسان موت کے سامنے انتہائی بے بس ہے اور لاچار ہے۔

لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ انسان موت کے بارے میں جتنا یقینی ہے اُتنا ہی لاپرواہ بھی ہے۔ لوگ موت کے اٹل ہونے کا ذکر تو کرتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حقیقت کو دِل کی گہرائیوں میں محسوس نہیں کرتے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ عقلی طور پر تو انسان موت کو ناقابلِ تردید حقیقت تسلیم کرے لیکن دُوسری طرف اپنی روزمرہ دنیاوی سرگرمیوں کے اندر وہ

اس قدر تگ و دَو ظاہر کرے گویا دُنیا ہی اُس کا دائمی و ابدی گھر ہے۔ یہ بات یقیناً انتہائی حیرت انگیز ہے کہ انسان اپنی آنکھوں کے سامنے دوسرے انسانوں کو موت کی وادی میں گُم ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ مگر پھر بھی اپنے انجام راسخ غیر مربوط ہے۔ کیا اتنی عظیم اور اٹل حقیقت سے اتنا زیادہ اعراض حیران کن نہیں اگر یہ حقیقت انسان کے اندر جاگزین ہو جائے تو اُس کے لیئے دنیاوی مسرّتیں بے معنی ہوکر رہ جاتی ہیں۔ وہ دولت و شہرت کے پیچھے دُوسرے انسانوں کی طرح دیوانہ وار نہیں بھاگتا، کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے لیئے اپنی اہمیّت کھو دیتی ہیں۔

اور اگر ہم ایک مومن اور کافر کی زندگیوں کا موازنہ کریں تو ہمیں اِن میں ایک بنیادی فرق نظر آئے گا۔ اِس فرق کا بڑا سبب یہ ہے کہ اوّل الذّکر کے دِل و دماغ کے اندر موت کا احساس ہر وقت بیدار رہتا ہے۔ جبکہ آخر الذّکر عقلی طور پر تو موت کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر اُس کا دِل اِس امر کے احساس سے عاری ہوتا ہے۔ ایک مومن کیلیئے دُنیا ایک امتحان گاہ ہے، اور زندگی وقتِ امتحان جبکہ موت اس امتحان کی دُنیا سے نتائج کی دُنیا میں قدم رکھنے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں

مومن کا طرزِ عمل اُس طالب علم کے مشابہ ہوتا ہے۔ جو کمرۂ امتحان میں بیٹھا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے طالب عِلم کیلئے وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اِس بات سے خُوب واقف ہوتا ہے کہ اِس قلیل وقت کے استعمال پر اُس کے نتائج کا انحصار ہے۔ چنانچہ ایک مومن بھی اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو قیمتی جان کر اُسے بہترین مصرف میں لانے کے لیئے کوشاں رہتا ہے۔

حاضرین کے فرائض:۔

انسان کی رُوح جب قفسِ عنصری سے پرواز کرنے لگے تو اُسے قبلہ رُخ متوجہ کرنا مسنون ہے۔ اور اُس کے پاس بیٹھ کر کلمہ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بآوازِ بلند پڑھیں، تاکہ وہ بھی سُنے اور اُس کو کلمہ یاد آجائے۔ شاید اُسے بھی پڑھنے کی توفیق میسّر ہو جائے۔ لیکن لگاتار چلّا کر نہ پڑھا جائے۔ اِس لیئے کہ مریض پر جان کنی کا وقت بہت نازک ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آزردہ دِل ہو کر وہ زبان سے کوئی نامناسب لفظ نکال دے یا اُس کے دِل کو اُس سے نفرت ہو جائے۔ اور یہی نامناسب کلمہ اور نفرت قلبی آئندہ منازل پر

نقصان دہ ثابت ہو۔

حالانکہ یہ وہ کلمہ ہے جسے مریض کا اُس وقت ادا کرنا موجبِ نجات ہے۔ جیسے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابوداؤد شریف جلد ۲ ص۸۸ مطبوعہ دہلی)

جس شخص کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنّت میں داخل ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ فرماتے ہیں، کہ جب میں اس کلمہ کو ایک بار کہہ لوں تو میں اسی پہ ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ کہوں۔ (ترمذی شریف ص۱۶۱)

نیز اِن آخری لمحات کے وقت اِنسان کے پاس سورہ یاسین پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض دفعہ اس کی برکت سے جان کنی کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اور انسان کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اس موقع پر فرطِ محبّت میں رونا، واویلا کرنا اور بین کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقتاً بجائے اظہارِ محبّت کے اس کے ساتھ دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ اس شوروغل سے اُس کا دِل آزردہ ہوتا ہے۔ اور دِل میں نفرت کی کیفیّت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس کی توجّہ بجائے کلمہ نجات

(لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه) کے اُن کی آہ و زاری کی طرف ہو جاتی ہے، ایک جان کنی کی تکلیف، دُوسرے آہ و زاری کے سبب دِل پر آزردگی، تیسرے بیماری کا غلبہ، چوتھے سورہ یاسین کی تلاوت سے جو اُس کو سکون و اطمینان حاصل ہونا تھا۔ اُس سے محرومی، پانچویں، کلمہ نجات پڑھنے سے غافل رہنا۔

اِن سب چیزوں کو اُس کیلئے جمع کر دینا، اُس کے ساتھ ظلم اور دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں۔ نیز بمطابق فرمانِ نبوی؀ یہ رونا، واویلا کرنا، اور بین کرنا خود اُن کیلئے بھی باعثِ گناہ ہے۔ لہٰذا ایسے وقت اُن حاضرین کو چاہیئے جو اپنے آپ کو محتضر کے خیر خواہ سمجھتے ہوں، اور اُس کے ساتھ جو حقیقتہً محبّت کے خواہاں ہوں، وہ اُس کے پاس تلقینِ کلمۂ نجات کریں۔ سورۂ یاسین کی تلاوت کریں، تاکہ اُسے اِس نازک موقع پر کچھ سکون میسّر ہو۔ اور ہم اُس کیلئے اپنی خیر خواہی اور محبّت کا حق کما حقّہٗ ادا کر سکیں۔

میّت کے پاس دُعاء استغفار کی فضیلت:۔

جب رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن پڑھا جائے۔ آنکھیں بند کر دی جائیں،

ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ تمام بدن کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔ میّت کیلئے اور اپنے لیئے دُعا و استغفار کی جائے۔ کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالا جائے۔ اس لیئے کہ اُس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے۔ فرشتے اُس پر آمین کہتے ہیں۔ اسکی تصدیق حضرت اُمّ سلمہؓ کی اُس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری شریف میں منقول ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت ابو سلمہؓ کے پاس داخل ہوئے، اُن کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو بند کر دیا۔ پھر اُن کے گھر کے بعض لوگ رونے اور چلّانے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا، تم دُعا کے سِوا کچھ نہ کرو۔ اِس لیے کہ جو کچھ تم کہتے ہو۔ فرشتے اُس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے دُعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ۔ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَ نَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ

اے اللہ! تو ابو سلمہؓ کو بخش دے۔ ہدایت یافتہ لوگوں

میں اُن کا درجہ بلند فرما۔ اُس کے پسماندگان میں اُن کا محافظ و نگہبان رہ' اے ربُّ العالمین ہماری اور اُس کی مغفرت فرما۔ اُس کی قبر فراخ کردے۔ اُس میں نورانیت بھر دے۔ (بخاری و مسلم)

موت کے صدمہ کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا بڑھا دیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور یہ دُعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔

میّت پر نوحہ کرنا' زور زور سے رونا سخت گناہ ہے۔ آہستہ رونا اور آنسو بہانا گناہ نہیں۔ نبی کریمؐ فرماتے ہیں:-

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّہ۔

(بخاری و مسلم)

جو رخسار پیٹے' گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین کرے (یعنی رونے کے وقت زبان سے ایسی باتیں

نکالے جو جاہلیت کے زمانے میں کافر کہا کرتے تھے) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لہذا پہلی بات تو یہ ہے کہ فوت شدہ انسان پر جنازہ لے جانے سے پہلے رونے کے بجائے دُعاءِ مغفرت کی جائے۔

تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا چاہیئے :-

۲) فوراً تجہیز و تکفین کا سامان کیا جائے۔ ابوداؤد شریف میں موجود ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضؓ بیمار ہوئے تو حضرت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُن کی حالت دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا تو یہی گمان ہے کہ طلحہ رضہ کا آخری وقت ہے۔ ان کی وفات کی مجھے اطلاع دینا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔ اس لیے کہ مسلمان کی میّت کو لوگوں میں زیادہ دیر تک روکے رکھنا مناسب نہیں۔ (ابوداؤد)

اگر کوئی انسان رات کو فوت ہو اور رات ہی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ ہو سکے تو رات ہی کو دفن کر دیں۔ دِن کا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رات کو مُردے کا دفن کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رات ہی کو دفن کیے

گئے تھے، اور حضرت فاطمہ رضؓ رات ہی کو دفن کی گئی تھیں۔ لیکن رات کے وقت تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ نہ ہو سکے تو دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔

قرابت مند اور دوست و احباب کو تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کیلئے موت کی خبر کر دینا جائز ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضؓ کو اور صحابہ کرام رضؓ نے باہم ایک دوسرے کو موت کی خبر دی ہے۔ اور حدیث شریف میں جو نفی کی ممانعت ہے وہ دورِ جاہلیّت کی طرح گلیوں بازاروں اور محلّوں میں آوازِ بلند اُس کے مرنے کی خبر دینا تھا۔ اور بازاروں میں یوں واویلا کرنا، کہ فلاں شخص مرگیا اور اُس کے مرنے سے سارا عرب ہلاک ہو گیا۔

لہذا موت کی خبر جاہلیّت کے اس طریقے پر دینا ممنوع و ناجائز ہے۔ اور مطلق موت کی خبر دینا جس طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ رضؓ اور صحابہ کرام رضؓ نے ایک دوسرے کو دی ہے ممنوع نہیں۔

میّت کو غسل دینے کے احکام :-

ہر میّت کو غسل دینا ضروری ہے۔ لیکن شہید کو اُس کے انہی کپڑوں میں اُس کے خون سمیت بغیر غسل کے دفن کرنے کا حکم ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

بیان کرتی ہیں، کہ فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ جو شخص میّت کو غسل دے اور غسل دینے میں امانت کو ادا کرے یعنی شریعت کے مطابق غسل دے اور اگر کوئی ناقابل ذکر اور مکروہ بات اُس سے معلوم ہو تو اُس کو ظاہر نہ کرے۔ وہ شخص گناہوں سے اِس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اُس دِن اُس کی ماں نے اُسکو جنا تھا۔ میّت کو اُس کے وہ اُقرباء غسل دیں، جو قرابت میں اُس سے زیادہ قریب ہوں۔ بشرطیکہ اُن کو غسل دینے کا طریقہ معلوم ہو۔ بصورت دیگر وہ لوگ غسل دیں، جو پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صـ۲۷)

اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور وہاں کوئی عورت موجود نہ ہو جو اُس کو غسل دے۔ نہ ہی اُس کا شوہر ہو اور نہ ذُو محرم جو اُس کو غسل دے تو اُس عورت کو تیمّم کرایا جائے۔ اُس کا مُنہ اور دونوں ہتھیلیاں پاک مٹّی سے ملی جائیں۔ ایسے ہی اگر کوئی مرد فوت ہو جائے اور وہاں کوئی مرد نہ ہو جو اُس کو غسل دے۔ نہ ہی اُس کی بیوی ہو بلکہ دُوسری ہی عورتیں ہوں تو عورتیں اُس کو تیمّم کرائیں۔ اس مسئلہ کی تائید ابوداؤد کی اس مرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سُبل السلام جلد ۲ صـ۹۸ پر منقول ہے۔

نیز شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ لَوْ مُتِّ لَغَسَّلْتُكِ (الحدیث) (اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوتی تو میں تجھ کو غسل دیتا۔ (مسند احمد۔ ابن ماجہ۔ بلوغ المرام)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کا غسل دینا۔ شوہر و بیوی کے ایک دوسرے کو غسل دینے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جمہور علماء اور فقہاء حنفیہ بھی اِس کے قائل ہیں۔

میّت کو غسل کس طرح دیا جائے؟

میّت کو غسل دیتے وقت اُس کے کپڑے اُتار دیں، مگر بدن کا وہ حصّہ جسے زندگی کی حالت میں چھپانا ضروری ہے۔ اُسکو بے سَتر نہ کیا جائے۔ پھر ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اُسے استنجا کرایا جائے۔ نیز بدن پر اگر کہیں ظاہری نجاست ہو اُسے دُور کیا جائے۔ سَر اور داڑھی کے بالوں کو صابن یا اور کسی صاف کرنے والی چیز سے دھوئیں۔

لیکن اگر میّت عورت ہو، تو اُسکے سَر کے بالوں کو کھول کر اُس کا سر دھویا جائے۔ پھر تین بار پانی اور بیری کے پتّوں سے یا صاف کرنے والی کسی چیز سے غسل دیا جائے۔ آخری بار پانی میں کافور ملا لیا جائے۔ اگر تین بار سے زائد غسل دینے کی ضرورت ہو تو پانچ بار سے زائد غسل دیا جاسکتا ہے۔ مگر طاق ہونا چاہیئے اور غسل دینے میں داہنی طرف سے ابتداء کی جائے۔ نرمی اور آہستگی سے غسل دیں۔ میّت کو مضمضہ یعنی کُلّی کرانا اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) کے ساتھ وضو کرایا جائے۔ اگر کُلّی کرانا، اور ناک میں پانی ڈالنا ناممکن ہو تو اُنگلی پر کپڑا لپیٹ کر اِس کے مسوڑوں، دانتوں اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں بھی اُنگلی پھیر دی جائے۔ اگر کوئی معیوب اور مکروہ بات میّت سے معلوم ہو تو اُس کو ظاہر نہ کیا جائے بلکہ چھپایا جائے۔ اور مقامِ غسل پر پردہ کیا جائے۔ حدیث شریف میں منقول ہے کہ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (متفق علیہ)

جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی کریں گے۔ دوسری حدیث

شریف میں ہے کہ اپنے فوت شدہ افراد کی خوبیوں کو بیان کرو اور اُن کی بُرائیوں کے ذِکر سے باز رہو۔ (ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف)

یاد رکھئے! جب غسل دینے والا میّت کی کوئی اچھی بات دیکھے، مثلاً اُس کے چہرے کا چمکنا، اُس سے خوشبو کا معلوم ہونا۔ تو بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ اگر کوئی مکروہ بات اُسے نظر آئے مثلاً۔ چہرے یا بدن کا سیاہ ہو جانا، یا اُس کی صُورت کا بدل جانا۔ یا اُس سے بدبُو معلوم ہونا تو اُسے لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں۔

مَردوں کیلئے مسنُون کفن:۔

مَردوں کیلئے مسنُون کفن تین کپڑے ہیں۔ یعنی تین چادریں جو اِس قدر لمبی اور چوڑی ہوں جن میں میّت کو خوب اچھی طرح لپیٹ سکیں، اور سر سے پاؤں تک اچھی طرح چھپ جائے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں:۔

كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جو مقام سحول کے بنے ہوئے اور سفید رنگ کے تھے نیز سوتی تھے۔ ان میں کرتا اور عمامہ نہیں تھے (بخاری و مسلم)

نیز مردوں کو کرتا تہ بند اور لفافہ میں بھی کفنانا ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

اَلْمَيِّتُ يُقَمَّصُ وَيُؤَزَّرُ وَيُلَفُّ بِالثَّوْبِ الثَّالِثِ۔

کہ میت کو کرتا پہنا جائے تہ بند باندھا جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹا جائے (مؤطا امام مالک رحمہ اللہ، مؤطا امام محمد رحمہ اللہ)

لیکن میت کو کرتے، ازار اور لفافہ کی بجائے تین لفافوں یعنی چادروں میں کفنانا افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین چادروں میں ہی کفنائے گئے تھے۔ اگر کوئی مرد احرام کی حالت میں فوت ہو جائے تو اسے غسل دے کر اس کے احرام کے صرف دونوں کپڑوں میں کفنانا چاہیئے۔ اس کا سر نہ چھپایا جائے۔ نہ ہی اسکے بدن و کفن میں کوئی خوشبو لگائی جائے۔ صحیح بخاری و مسلم شریف میں منقول ہے، کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ وہ اونٹنی سے گر کر مر گیا۔ اور وہ احرام کی حالت میں تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری

کے پتّوں سے غسل دو۔ اور اس کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ۔ اِسے خوشبو نہ لگاؤ۔ نیز اِس کے سَر کو نہ چھپاؤ۔ اِس لیے کہ وہ قیامت کے روز لبیک پکارتا ہُوا اُٹھایا جائے گا۔

مُردوں کو کیسے کفنایا جائے؟

کفنانے سے پہلے مُردوں کے سَر اور داڑھی اور کفن میں حنوط لگایا جائے۔ اگر حنوط میسّر نہ ہو تو عِطر یا کوئی اور خوشبو استعمال کر لی جائے۔

نوٹ :۔ اَلْحَنُوْطُ مَا یُخْلَطُ مِنَ الطِّیْبِ لِاَکْفَانِ الْمَوْتٰی وَ اَجْسَامِھِمْ (حنوط ایک مرکّب خوشبو کا نام ہے جو خاص مُردوں کے کفن اور جسموں کو لگانے کیلئے تیار کی جاتی ہے)

(مجمع البحار، النّہایہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ بیان کرتے ہیں کہ میّت کے سجدہ کرنے کی جگہوں یعنی دونوں ہتھیلیوں ناک، پیشانی، دونوں زانوؤں اور دونوں قدموں کے اگلے حصّہ پر کافور مَلا جائے۔

(ابن ابی شیبہ، البیہقی کذا فی الدّرایہ صفحہ ۱۴۱)

مُردوں کو تین لفافوں میں کفنانا ہو تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ

تینوں لفافوں کو ایک دوسرے پر بچھائیں۔ پھر میت کو چت لٹائیں۔ اِس کے بعد اُوپر کے لفافہ کی داہنے طرف کو پہلے بیٹھیں۔ تاکہ کفن کا لپیٹنا دائیں طرف سے شروع ہو سکے۔ پھر بائیں طرف کو لپیٹیں فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ پہلے بائیں طرف کو لپیٹیں۔ پھر اِس کے بعد داہنی طرف کو تاکہ کفن کی داہنی طرف اُوپر پڑے۔ پھر سر اور پاؤں کی طرف گِرہ دیں تاکہ کفن منتشر نہ ہونے پائے۔ اِسی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اگر درمیان میں بھی کوئی گِرہ دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب رضؓ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا تو اُنہوں نے اپنے غلام سے فرمایا اِسے لے جاکر دفن کریں۔ جب لحد میں رکھیں تو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه کہیں، پھر اس کے سَر اور پاؤں کی گِرہ کھول دیں۔ (رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ص۲۹۲ جلد)

یاد رکھیے! اگر درمیان میں بھی گِرہ دی ہو تو لحد میں میت کو رکھنے کے بعد اُس کا بھی کھولنا ضروری ہے۔ لیکن اگر مَردوں کو کُرتے اور لفافے میں کفنانا ہو تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھائیں۔ پھر اس پر اِزار بچھائیں۔ پھر میّت کو کُرتا پہنا کر اِزار لپیٹیں۔ اس کے بعد لفافہ لپیٹیں۔ پھر سَر اور پاؤں کی گِرہ کھول دیں۔

عورتوں کیلئے مسنون کفن :۔

عورتوں کیلئے مسنون کفن پانچ کپڑے ہیں۔ تہ بند، کرتا۔ خمار جس کو دامنی کہتے ہیں۔ یعنی سر بند اور دو چادریں۔ جیسا کہ حضرت لیلیٰ ثقفیہؓ بیان کرتی ہیں:۔

كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ اِبْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا وَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْحلوفةَ ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخِرِ ينا و لنا ثوبًا ثوبًا۔

میں ان عورتوں میں تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت اُمّ کلثومؓ کو ان کی وفات کے وقت غسل دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہم کو تہ بند دیا پھر کرتا پھر خمار یعنی دامنی، پھر چادر پھر ایک دوسرے کپڑے میں لپیٹیں گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

اُن کے پاس کفن تھا۔ ایک ایک کپڑا ہم کو دیتے جاتے تھے۔

عورتوں کو کیسے کفنایا جائے؟

مَرد کی طرح عورت کے سجدہ کی جگہ بھی کافور مَلنا چاہیئے۔ حنوط یا عِطر استعمال کیا جائے۔ اور عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دینا چاہیئے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں منقول ہے:۔

اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَاجْعَلْنَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن عورتوں کو فرمایا جو آپکی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں۔ اِن کو تین، یا پانچ، یا سات بار غسل دو۔ اور اِن کے بالوں کی تین چوٹیاں بناؤ۔ (ابن حبان)

ایک اسی مفہوم کی روایت حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کی ہے۔ سَر کے آگے کے بالوں کی ایک چوٹی بنائی جائے اور سَر کے دونوں جانب کے بالوں کی دُو چوٹیاں بنائی جائیں۔ عورت کے کفن کو بھی مَرد کے کفن کی طرح کِسی خوشبو دار چیز سے دھونی دی جائے۔ عوُرت کو پہلے تہ بند میں لپیٹیں۔

یاد رکھیئے! تہ بند زندہ کی طرح کمر سے نہ باندھیں۔ بلکہ بغل سے لیکر سینہ، کمر اور ران وغیرہ بدن کے جس قدر حصّہ پر بھی لپیٹ سکیں لپیٹ دیں۔ پھر خمار سے اِس کے سر اور بالوں کو چھپائیں۔ اس کے بعد دونوں چادروں میں لپیٹ دیں۔ نیز سَر اور پاؤں کی طرف کفن کو گرہ لگائیں۔ مسنون کفن تو یہی ہے جسے بالاختصار ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل بعض ملّاؤں نے ایک بدعت کفن میں ایک عجیب نوعیت کا اضافہ کر دیا ہے وہ یہ کہ میّت کا جنازہ پڑھانے والے امام صاحب کیلئے کفن کے کپڑے میں سے سَوا گز کا ایک جائے نماز بنایا جائے۔ جسے بچھا کر وہ نمازِ جنازہ پڑھائے۔ اس کے بعد اسے اپنے استعمال میں اپنی مرضی کے مطابق لا سکے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا استعمال اہلِ میّت کیلئے جائز نہیں۔ یہ من گھڑت اور عجیب نوعیّت کا اضافہ کچھ ذاتی مفاد کو متضمن ہے۔ ورنہ سیّد الکُل حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی کفن سے سَوا گز کا جائے نماز حاصل کر کے ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی اُس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ تو بعد میں ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اِس قسم کے

جائے نماز کے بغیر ہی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے تھے تو ہمیں کفن کا اسے جُزو بنانے پر کونسی چیز مجبور کرتی ہے۔ اِس مسئلہ کو تیار کرنے کی اصل وجہ یہ ہے۔ چونکہ ہر انسان اپنے قریبی کیلئے اپنی استعداد کے مطابق اچھے کپڑے کا کفن خریدنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا نہ کرے اگر کسی محلے یا گاؤں میں دو شخص فوت ہو جائیں تو دو جائے نمازوں کا کپڑا امام صاحب کی قمیص کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ورنہ سوا گز کپڑے سے کسی بچے کا جسم ہی ڈھانپ لیتا ہے۔ اسی طرح گھر کے افراد کے لباس حاصل کرنے کے لیئے جو گراں قیمت آج کل صرف کرنا پڑتی ہے، اُس سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ بلکہ کپڑا امام صاحب کے گھر میں جمع رہتا ہے۔ ورنہ اِس سوا گز والے جائے نماز کی شرعی حیثیت کچھ نہیں۔

جنازہ اُٹھانے اور اسکے ساتھ چلنے کے احکام:-

بعض لوگ جنازہ اُٹھانے میں کچھ خفّت محسوس کرتے ہیں حالانکہ سرورِ کونین حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود جنازہ اُٹھایا، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ دین نے

جنازہ اُٹھایا۔ جو شخص جنازہ اُٹھاتے وقت کچھ حقارت و خفت محسوس کرے وہ بلا شبہ ضعیف الایمان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمانوں کے ایک دُوسرے پر پانچ حق واجب ہیں۔

سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازہ کے ساتھ چلنا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینکنے والے کا جواب دینا۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ایمان کا کام سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اِس کی نمازِ جنازہ ادا کرنے، اِس کے بعد دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب حاصل کرے گا۔ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو شخص اِس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ہی لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:۔

"جو کوئی مسلمان فوت ہو جائے اُس کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی شرکت کریں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔ اللہ

تعالےٰ اُس کے بارے میں اُن کی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ (مسلم شریف)

اِن فرامینِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت واہمیّت ظاہر ہوتی ہے۔ اور کثرتِ ثواب کا مژدہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر بہت سے مسلمان غفلت کی وجہ سے اپنے آپ کو اتنے بڑے ثواب سے محروم رکھتے ہیں۔ آج کل تو معاملہ کچھ اور ہے۔ ہم لوگ مرنے والے کے متعلق سوچتے ہیں۔ کیا وہ کسی سرمایہ دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں یا مفلس و تنگ دست ہے۔ اگر سرمایہ داروں سے اُس کا تعلق ہو تو خواہ شرابی، زانی، بدمعاش اور بدکردار ہی کیوں نہ ہو۔ ایک دُوسرے سے جنازے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جنازگاہ آدمیوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اُس کا تعلق کسی غریب و مفلس اور تنگ دست گھرانے سے ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی دانش ور،

نیک اور پارسا کیوں نہ ہو۔ اُس کے جنازہ میں پانچ دس آدمی نظر آتے ہیں۔ گویا کہ جنازہ میں شرکت کا موجب روپیہ، پیسہ ہے۔ حقوق واجبہ اور اخوتِ اسلامی نہیں۔ یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم تو مسجد میں جھاڑو دینے والی عورت (جو کہ فوت ہو گئی تھی اور صحابہ کرام رضؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا تھا) کے متعلق صحابہ کرام رضؓ کو فرمایا:۔

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي

تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

کیا تم نے غریب و مفلس سمجھ کر دفن کر دیا ہے۔

دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهَا۔

مجھے اس کی قبر کے متعلق رہنمائی کرو۔

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) گئے اور وہاں دُعا فرمائی۔ ہمیں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سرمایہ داری کی بجائے اخوّتِ اسلامی ہی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ تب ہی ہم پوری طرح اپنے

حق کو ادا کرنے والے اور بارگاہِ ایزدی میں کامیاب و کامران قرار دیئے جائیں گے۔

جنازہ کو سُرعت اور تیزی کے ساتھ لے چلنے کا حُکم ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے۔

اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ (جنازہ کو تیزی کے ساتھ لے چلو)

جنازہ کے ساتھ عورتوں کو جانا جائز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے عورتوں کو دیکھ کر اُن سے پُوچھا، کیا تم جنازہ کو اُٹھاؤ گی۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ دفن کرو گی؟۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ پھر تم گناہ گار ہو کر لوٹ جاؤ۔

(فتح الباری ص ۶۷۹ جلد ۱)

جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا جاہلیّت کی رسم ہے۔ لیکن رات کے وقت اگر روشنی مطلوب ہو تو لالٹین، گیس وغیرہ لے جا سکتے ہیں۔ اور جب جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو اُس جنازہ کے ساتھ جانے سے اجتناب چاہیئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ فوت ہونے لگے تو اُنہوں

نے وصیت کی۔ میرے ساتھ انگیٹھی نہ لے کر جانا۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ تم نے اس کے بارے میں کچھ سُنا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ ہاں! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف)

جنازہ کے ساتھ کوئی کلمہ کوئی دُعا یا قرآنِ مجید بآوازِ بُلند پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہیئے۔ کیونکہ کِسی صحیح حدیث سے اِس کا ثبوت نہیں مِلتا۔

فقہائے حنفیہ نے بھی لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چُپ چاپ چلنا چاہیئے۔

کوئی کلمہ یا دُعا یا قرآنِ مجید بآواز بُلند پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہیئے۔ (درِ مختار وغیرہ)

لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو اِس قسم کی ایک روایت منقول ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ ہم جنازہ کے ساتھ جانے اور واپس آنے کی حالت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سُنتے تھے۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ لیکن چونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث بھی اس

وقت تک قابلِ قبول ہوتی ہے۔ جب تک اُس کے مقابلے میں کوئی صحیح حدیث نہ آجائے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے زیادہ سے زیادہ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ انسان بذاتِ خود درمیانی سی آواز کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لے۔ لیکن جو آج کل ہمارے ہاں سبزی بیچنے والوں کی طرح رواج ہے۔ کہ ایک آدمی بآوازِ بلند کلمہ شہادت کہتا ہے۔ دُوسرے اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے گھر سے قبرستان تک کلمہ شہادت کے الفاظ کو نکالتے ہوئے بعینہٖ سبزی بیچنے والوں اور اپنا دُوسرا سامان فروخت کرنے والوں کا سا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اِس کا کوئی ثبوت نہیں۔ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں۔ اُن کو چاہیئے کہ جب تک جنازہ کندھوں پر سے زمین پر نہ رکھا جائے۔ اُس وقت تک نہ بیٹھیں۔ (ابوداؤد شریف)



نمازِ جنازہ کا بیان :-

جس طرح باقی نمازوں کے لیئے وضو ضروری ہے، اُسی طرح نمازِ جنازہ کے لیے بھی ضروری ہے۔ اور جن جن صُورتوں میں اور نمازوں کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے اِنہی صُورتوں میں نمازِ جنازہ کے لیے بھی تیمّم کرنا جائز ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ :-

جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز و دُرست ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سہل رضؓ اور اُن کے بھائی سہیل رضؓ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عُمر رضؓ کی نمازِ جنازہ بھی مسجد ہی میں پڑھی گئی۔

(درایہ صہ ۱۴۴)

حافظ ابن حجر رضؓ فتح الباری میں لکھتے ہیں وقد روی بن ابی شیبہ وغیرہٗ انّ عمر صلّی علیٰ ابی بکرٍ فی المسجد وانّ صُھَیباً صلّی علیٰ عمر فی المسجد۔

ترجمہ:- حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا حضرت صہیبؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا۔

...جنازہ کی نماز کے لیئے مسجد کے علاوہ کوئی جگہ مقرر کرنی چاہیئے۔
...سا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کے
...لاوہ ایک خاص جگہ نمازِ جنازہ کے لئے مقرر تھی۔

عَنْ عبد اللہ بن عمرؓ ان الیھود جاءوا الی نبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل منھم وامراۃ زنیا فامرھما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے میں سے کسی مرد اور عورت کو لائے جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں مسجد کے پاس جنازوں کی جگہ کے قریب رجم کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں رجم کیا گیا۔
(بخاری شریف)

غائبانہ نماز جنازہ

دوسرا مسئلہ یہاں پر یہ بھی اہم ہے۔ بعض فقہا غائبانہ نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں حالانکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہے مثلاً عَنْ اَبِیْ هُرَيرَةَ اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی الیوم مات فیہ وخرج بہم الی المصلی وصف بہم وکبر اربع تکبیرات (بخاری ومسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن بادشاہ نجاشیؓ فوت ہوا۔ رسول اللہ نے اس کی وفات کی خبر (بذریعہ وحی) صحابہ کرامؓ کو دی (کہ نجاشیؓ اپنے وطن حبشہ میں فوت ہو گیا ہے) پھر حضورؐ انہیں لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں باندھ کر (نجاشیؓ) کی نمازِ جنازہ چار تکبیروں سے پڑھائی۔ چنانچہ جمہور سلف ہر میت کے لئے غائبانہ نمازِ جنازہ کے قائل ہیں۔ حافظ ابنِ حزمؒ "المحلی" میں کہتے ہیں ولم یات عن احد من الصحابۃ منعہ :۔ کہ کسی صحابی سے بھی اس کی ممانعت مروی نہیں ہے۔ اسی طرح فتح الباری ج صہ۴۲۶ میں ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی معاویۃ ابن معاویۃ

اللیثی وھو مات باالمدینۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذ ذالک بتبوک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ لیثیؓ کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھائی وہ مدینہ میں فوت ہوئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان تبوک میں تھے۔

امام کے کھڑے ہونے کا بیان

امام اس کے سر کے پاس کھڑا ہو اور اگر عورت ہو تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ صفیں بالکل سیدھی اور درست ہونی چاہئیں۔ بہتر یہ ہے کہ تین صفیں ہوں۔ جیسا کہ مالک بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میت پر تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھی اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت واجب کر دی۔ (ابوداؤد، ترمذی) لیکن آجکل نیت کے نام سے جو ابتداً چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ وغیرہ کلمات پڑھے جاتے ہیں انکو زبان سے ادا کرنے کا احادیث نبویہ میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے کہ فقہ کی کتابوں میں بھی النیۃ ارادۃ القلب منقول ہے نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے اگر الفاظ ادا کئے جاتے ہیں تو وہ نیت نہیں اقرار ہوگا۔ اس لئے جو کچھ انسان پڑھنا چاہتا ہے اس کا تصور دل ہی میں ہونا چاہیئے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر زبان سے کہہ دے تو زیادہ ——

اچھا ہے۔ دُرست نہیں۔ اسلیئے کہ پھر اُس کو نیّت نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اقرار کہیں گے۔ اقرار کا یہ محل صحیح نہیں ہے۔ اسکےبعد امام اور نمازوں کی طرح دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں یا کانوں تک اُٹھائے اور بآوازِ بلند "اللہ اکبر" کہے۔ پھر ہاتھوں کو باندھ لے اور دعاء اور ثناء پڑھے، جو اور نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور اِس کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے۔

اس کے بعد بآواز بلند "اللہ اکبر" کہے پھر دُرود شریف پڑھے جو اور نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اِس کے بعد بآوازِ بلند "اللہ اکبر" کہے اور اِن دُعاؤں میں سے کوئی دُعا پڑھے۔ جو آگے تحریر کی جاتی ہیں۔ پھر بآوازِ بلند "اللہ اکبر" کہے۔ پھر دائیں بائیں سلام پھیرے۔ مقتدی بھی ٹھیک اسی طرح کریں۔ مگر تکبیر اور سلام بآواز بلند نہ کہیں۔

چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت ہے

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرتے تھے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي

الجُزْءِ الْمُفْرَدِ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مَرْفُوْعًا وَقَالَ الصَّوَابُ مَوْقُوْفٌ الدراية ص۱۴۵

وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَاتِ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ (التلخيص)

(ص۱۴۷ جلد ۲ مدنی)

اِن دونوں موقوف احادیث سے تکبیراتِ جنازہ میں رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ لہذا تکبیراتِ جنازہ میں رفع الیدین افضل ہے۔

امام کے کھڑا ہونے کا مقام:-

میت اگر مرد ہو تو اُس کے سر کے پاس کھڑا ہونے اور عورت کے کمر کے پاس امام کے کھڑے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رض نے ایک مرد کی نمازِ جنازہ پڑھی، تو اُس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور جب وہ جنازہ اٹھایا گیا، تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ پھر اُس پر

حضرت انسؓ نے نمازِ جنازہ پڑھی تو اُس کی کمر کے پاس کھڑے ہوئے۔

(مسند احمد ترمذی اور ابن ماجہ)

نیز فقہ کی بعض کتب میں جو منقول ہے کہ میت مرد ہو خواہ عورت، دونوں کے جنازہ کی نمازیں امام کو سینہ کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے۔ اِس کا کوئی ثبوت صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول حضرت انسؓ کے موافق منقول ہے کہ میت مرد ہو تو امام اُس کے سر کے مقابل اور عورت ہو تو اُس کی کمر کے مقابل کھڑا ہو۔ حضرت امام ابویوسف کا بھی یہ ایک قول ہے۔

امام طحاوی حنفیؒ نے شرح معانی الآثار ص۲۸۴ میں اِسی قول کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

قَالَ ابو جَعْفَرٍ وَالْقَوْلُ	یعنی ابوجعفر طحاویؒ کہتے ہیں
الْاَوَّلُ اَحَبُّ اِلَیْنَا	کہ امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول
لِمَا قَدْ شَدَّہُ الْاٰثَارُ	(جو حدیث کے موافق ہے) ہمارے
الَّتِیْ رَوَیْنَاھَا عَنْ	نزدیک زیادہ محبوب ہے کیونکہ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ	اِس قول کا ثبوت اُن حدیثوں
وسلّم۔	

سے ملتا ہے جن کو ہم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے۔

تکبیر اولیٰ کے بعد :-

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا۔ جس نے دعا کرنے سے پہلے، نہ اللہ تعالیٰ کی ثناء کی تھی۔ نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی۔

(ابو داؤد و ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

اس حدیث سے نمازِ جنازہ میں ثناء کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نمازِ جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، میں جنازہ کے ساتھ چلتا ہوں، جب جنازہ رکھا جاتا ہے تو "اللہ اکبر" کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود

بھیجتا ہوں۔ پھر کہتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ ...... الخ

(موطا امام امالک صفحہ ۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اِس حدیث سے بھی نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دُعاء ثناء پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے، اور اِس کا ثبوت اِس سے بھی ہے کہ نمازِ جنازہ بھی نماز ہے۔ جیسے تمام نمازوں میں دُعاء ثناء پڑھی جاتی ہے۔ نمازِ جنازہ میں بھی پڑھنا چاہیئے۔ لیکن بعض لوگ سُبْحَانَكَ اللّٰهُ، جو ایک موقوف حدیث سے ثابت ہے اور اسے نمازوں میں پڑھتے ہیں لیکن نمازِ جنازہ میں اس کے اندر جَلَّ ثَنَاءُكَ کا اضافہ کردیتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں اِس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ الفاظ زیادہ کرکے ثابت شدہ صحیح دُعاء کو بھی بگاڑ دیتے ہیں تاکہ وہ بھی حدیث کے مطابق نہ رہے۔ جو دُعا یا وِرد حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اِس میں اضافہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص دُودھ میں پانی مِلا دے۔ پانی مِلا دُودھ آخر ناخالص ہی ہوتا ہے۔ تو اِسی طرح وہ وِرد بھی ناخالص ہوجاتا ہے: جس میں اپنی

طرف سے کوئی کلمہ یا جملہ ملا لیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کہ ہمارے بھائیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خالص وِردوں کو بھی ناخالص بنا لیتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے دین میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ یہ نہائیت ہی نامناسب ہے جیسے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے:۔

مَنْ اَحْدَثَ	جو کوئی ہمارے دین
فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا	میں کسی ایسی بات کا
مَا لَیْسَ مِنْہُ	اضافہ کرے جو اس میں
فَھُوَ رَدٌّ۔	سے نہیں ہے وہ مَردُود ہے۔

لہٰذا ہمیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دُعاؤں اور اَوراد میں اضافہ کرنے کی بجائے انہی کو کافی سمجھنا چاہیئے۔

جنازہ میں

سورۃ فاتحہ کا ثبوت

جنازہ میں سورۃ فاتحہ
کا
ثبوت

پھر دُعاء استفتاح کے بعد سورۃ فاتحہ اور کوئی ایک سُورت پڑھے جیسا کہ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا :-

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابن عبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَلٰی جنازۃ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُورَةٍ، حَتّٰى أَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُ بِيَدِهٖ، فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ اِنَّمَا جَهَرْتُ لِتَعْلَمُوا اَنَّهَا سُنَّةٌ وَحَقٌّ.	میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے فاتحہ اور ایک سورہ کی قرأت کی۔ حتّٰی کہ ہم نے بھی وہ قرأت سُنی۔ پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے کہا "میں نے جہراً اس لئے پڑھا ہے

(بخاری، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مستدرک للحاکم)

کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ
یہ قرأت سُنّت ہے ۔

اس طرح سے بہت سے صحابہ کرام رضؓ سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہے اور حضرت ابنِ عباس رضؓ کا یہ فرمانا کہ میں نے بلند آواز سے سُورۃ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ آنحضرت کی سُنّت ہے۔ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اب جو لوگ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ وہ سمجھ لیں کہ سُنّت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ کسی صحابی کا یہ کہنا کہ یہ سُنّت ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے۔ جیساکہ احناف کے علمائے محققین ابن الھمام وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (ملاحظہ ہو شرح التحریر لابن امیر حاج ج ۲ ص۲۲۴)

پھر احناف پر تعجب ہے کہ اس حدیث کی رُو سے سورۃ فاتحہ کی قرأت تو مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ کہہ دیتے ہیں کہ حمد و ثناء کی نیّت سے پڑھی جائے لیکن یہ تاویل بلا دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضؓ نے سُورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک اور سُورت بھی پڑھی ہے۔ جس میں یہ حمد و ثنا والی تاویل نہیں چل سکتی اور

یوں بھی یہ تاویل بلا دلیل ہے۔ اور مذکورہ اصل کے خلاف ہے۔ ہاں سورۃ فاتحہ کی قرأت کے جہر و اخفاء میں اختیار ہے۔ عوام کی تعلیم کیلئے امام جہراً بھی پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ ابن عباس رضؓ نے کیا۔ لیکن اس کو سرے سے نہ پڑھنا حدیث کے خلاف ہے اور اندھی تقلید !!!

مولانا عبد الحیٔ لکھنوی "التعلیق الممجد حاشیہ مؤطا محمد" لکھتے ہیں :۔

"ہمارے متأخرین علماء میں سے حسن الشرنبلانی نے اس مسئلہ پر" النظم المستطاب بحکم القرأۃ فی صلوٰۃ الجنازہ بام الکتاب" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ان لوگوں کا خوب ردّ کیا ہے جو جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام رضؓ سے ثابت ہے۔"

اور پھر اصولاً دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھ آسکتی ہے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث میں ہے :۔

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا۔ سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی ۔

مذکورہ بالا بیان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ اور کوئی ایک سورۃ پڑھی جائے ۔ اب ہم اس کی تائید میں دوسرے دلائل پیش کرتے ہیں جن سے سورۃ فاتحہ کی قرأت ثابت ہوتی ہے :۔



عَنِ ابْنِ عباس رض قَالَ اُتِیَ بِجَنَازَۃِ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَوْ قَالَ سَهْلِ بْنِ عَتِيْكٍ - وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ صُلِّیَ عَلَيْهِ فِی مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ- فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقَرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَجَهَرَ بِهَا۔

(مجمع الزوائد ص۳۲ ج۳)

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جابر بن عتیک یا سہل بن عتیک کا جنازہ لایا گیا، اور یہ پہلا جنازہ ہے جس پر جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اللہ اکبر کہا اور بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی ۔



عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْجَنَازَۃِ فَاقْرَءُوْا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (مجمع الزوائد ص۳۲ ج۳)

اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، کہ جب تم کسی جنازہ پر نماز پڑھو تو سورہ فاتحہ کی قرأت کرو۔



عن ابن عباسؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَءَ عَلَی الْجَنَازَۃِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ،

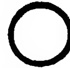
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنازہ پر سورۃ فاتحہ قرأت کی۔

(ابن ماجہ بحاشیہ سندھی ص۲۳۵ ج ۱)

ایک وضاحت!

واضح رہے کہ امام ابن ماجہ نے یہ حدیث باب القراءۃ علی الجنازۃ کے تحت ذکر کی ہے اور اس کے بعد باب الدعاء علی الجنازۃ کا ترجمہ قائم

کیا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرأت اور دعا میں فرق ہے اور سورہ فاتحہ بطور قرأت پڑھی جاتی ہے نہ کہ بطورِ دعا۔ لہذا احناف کی یہ تاویل کہ سورہ فاتحہ کی قرأت تو کرلی جائے لیکن بطورِ دعا کے پڑھی جائے سراسر غلط ہے۔ اگر امام ابن ماجہؒ کا یہ مقصد ہوتا تو دونوں باب الگ الگ قائم نہ کرتے۔ واللہ اعلم



عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَیَقْرَءُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی۔	حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنائز میں چار تکبیریں کہا کرتے اور پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ الکتاب پڑھتے۔

(المستدرک ص۳۵۸ ج ۱)

اسی طرح نسائی میں ابوامامہؓ کی روایت سے بھی تکبیر اولی کے بعد سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کا ثبوت ملتا ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر ائمہؒ نے سورۃ فاتحہ کی قراءت کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت الامام عبدالقادر الجیلانی اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں نمازِ جنازہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فَيُكَبِّرُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى الْفَاتِحَةَ كَمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ ....

.... مَا رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَاَلْتُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فَكُلُّهُمْ يَقُوْلُ كَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ..... (ص ۹۰ طبع لاہور)

کہ جنازہ کیلئے چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ پڑھے، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جنازہ پر سورۃ فاتحہ پڑھی جائے ......

.... حضرت مجاہد سے مروی ہے، انہوں نے کہا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھارہ صحابہ کرام سے نمازِ جنازہ کے متعلق سوال کیا تو سب نے بیک زبان کہا کہ پہلی تکبیر کہو اور پھر سورۃ فاتحہ پڑھو ......

واضح رہے کہ یہ فتوی حضرت پیرِ پیران کا ہے جو گو احناف پر حجت نہیں ہے لیکن جو لوگ ان کے نام کی گیارہویں دیتے اور کھاتے ہیں۔ کم از

انہیں تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے اور اپنے مولوی صاحبان پہ بھی زور ڈالنا چاہیئے کہ نماز کی رُوح جو فاتحۃ الکتاب ہے اس کو چھوڑ کر جنازہ خراب نہ کریں۔ اب ہم اس کے بعد باقی تکبیرات میں مسنون طریقہ کو بیان کرتے ہیں :-

پھر امام دوسری تکبیر کہے اور دُرود شریف پڑھے جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضؓ سے روائیت ہے کہ ان کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے خبر دی۔

اَنَّ السُّنَّۃَ فِی الصَّلٰوۃِ	کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ
عَلَی الْجَنَازَۃِ اَنْ یکبر الاِمَامُ	یہ ہے کہ امام پہلی تکبیر کے بعد
ثُمَّ یَقْرَأُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ	سورۃ فاتحہ پڑھے اور .....
..... ثُمَّ یُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ	پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
...... (کتاب الام ۱/۲۳۹	پر دُرود بھیجے۔
والمستدرک ۱/۳۶۰)	

(المنتقی لابن الجارود ص۲۶۵)

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دُرود دوسری تکبیر کے بعد ہی پڑھا جائے گا جیسا کہ ائمہ حنفیہ اور شافعیہ اس پر متفق ہیں۔ لیکن اس دُرود کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ چونکہ ثابت نہیں، پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ دُرود

ابراہیمی ہی پڑھا جائے جو فرض نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ درود ایسا ہے۔ جس کی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہ رضؓ کو دی ہے۔ اس لئے دوسرے مصنوعی درود نہ پڑھے جائیں۔ جیسا کہ ابو امامہ رضؓ والی روایت میں ہے کہ اٹھارہ صحابہ رضؓ نے یہی فتویٰ دیا کہ تشہد والا درود پڑھا جائے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۹۰۵)

اس کے بعد تیسری تکبیر کہے اور میت کے لیئے خلوصِ نیت سے دعا کرے۔ ابو امامہ رضؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ	جب میت پر نماز پڑھو، تو
فَأَخْلِصُوا لَهُ بِالدُّعَاءِ	اخلاص نیت اور حضورِ قلب سے اس کے لیئے دعاء کرو۔

اور دعائیں بھی وہی پڑھی جائیں جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہیں۔ ان دعاؤں میں سے چند دعائیں ہم نقل کرتے ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں:-

۱:- عوف بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جنازہ پہ نماز پڑھائی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا پڑھی، جو میں نے یاد کرلی اور مجھے رشک ہوا کہ کاش

یہ میت میں ہی ہوتا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَ اغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ۔ وَ نَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَ اَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ (مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ، بیہقی مسند احمد)	اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اسے عافیت دے اور اس کے گناہ معاف کر دے۔ اس کی باعزت مہمانی کر، اور اس کی قبر کو وسیع کر دے۔ اس کے گناہ پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک صاف کر دیا جاتا ہے اسکے گھر کے بدلے اس کو بہتر گھر اور اس کے اہل کے بدلہ میں بہتر اہل اور بیوی کے بدلے بہتر بیوی عطا فرما، اسے جنّت میں داخل کر دے اور عذاب قبر اور دوزخ کے

عذاب سے بچالے! آمین

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کسی میت پر نماز پڑھاتے تو یہ دُعا پڑھتے :۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ (ابن ماجہ ترمذی۔ ابوداؤد۔ الحاکم)

اللہ! ہمارے زندہ اور مُردہ کو، غائب حاضر کو، چھوٹے بڑے کو اور نر مادہ کو بخش دے۔ اللہ! جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھیو، اور جسے تو فوت کیجئے اسے ایمان پر فوت کیجئے۔ اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں بھی گمراہی سے بچا۔

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دُعا پڑھی

اَللّٰهُمَّ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ، وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔	اے اللہ فلاں بن فلاں (میت کا مع ولدیت نام لے) تیرے ذمہ اور جوار میں ہے پس اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچا۔ تو ہی اہل وفا اور حق ہے۔ پس اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔
(ابو داؤد۔ ابن ماجہ زاد المعاد)	

یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کسی میت پر نماز جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا پڑھتے :۔

اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اِحْتَاجَ اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ، اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهٖ، وَ اِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ	اے اللہ تیرا بندہ ہے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہے۔ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کے عذاب سے بے نیاز ہے، اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں

(مستدرک حاکم)

میں اضافہ فرما، اور اگر گنہگار ہے تو اس سے تجاوز فرما۔

ایک دوسری روایت میں دُعا کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ، وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰھُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهٖ، وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّآتِهٖ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (مؤطا مالک)	اے اللہ یہ تیرا بندہ، تیرے بندہ کا بیٹا، تیری لونڈی کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، تو اس کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ اگر یہ نیک ہے تو اسکی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر گنہگار ہے تو اس کے گناہوں سے تجاوز فرما، اے اللہ ہمیں اس کی مصیبت کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے مرنے کے بعد ہمیں فتنوں سے

محفوظ رکھ۔

ان ماثورہ دعاؤں کے علاوہ امام دُوسری دُعائیں بھی حسب اختیار پڑھ سکتا ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو ادعیہ منقول ہیں، ان میں سے کوئی ایک دُعا بھی پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الجبیر (رقم ۸۲۵) میں لکھتے ہیں۔

"جنازہ کی دُعاؤں میں مختلف احادیث کے یہ معنی ہیں کہ کوئی دعا پڑھی جائے اور کبھی کوئی، اصل مقصد دُعا ہے۔ سب دُعاؤں کا استیعاب ضروری نہیں ہے"۔

امام شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:۔

"جب میّت بچّہ ہو تو اس پر نمازِ جنازہ میں یہ دُعا مستحب ہے"

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا	اے اللہ اس کو ہمارے لئے
سَلَفًا وَّ فَرَطًا	سلف اور میرے مان اور
وَّ اَجْرًا۔	باعث اجر بنا۔

(بیہقی حدیث ابوھریرہ)

اس کے بعد چوتھی تکبیر کہے اور کوئی دُعا پڑھے۔ یعنی چوتھی تکبیر کے بعد بھی دُعا ثابت ہے چنانچہ عبداللہ بن اَوفیٰ سے روایت ہے کہ میں جنازہ میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے چار تکبیریں کہیں اور چوتھی

تکبیر کے بعد کچھ دیر دُعا کرتے رہے۔ (البیہقی بسند صحیح)
لیکن دُعا بہر حال وہی کرے، جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ماثور ہے۔ بعض لوگوں نے مصنوعی دُعائیں بنا رکھی ہیں۔ ان سے احتراز کرنا چاہیئے ورنہ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ کا مصداق لازم آئے گا۔

اس کے بعد دائیں اور بائیں اسی طرح سلام کہے جس طرح کہ فرض نماز میں سلام کہا جاتا ہے۔ یہ سُنت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا:۔

ثلاثُ خِلالٍ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلھن ترکھنّ النّاسُ احدٰھن التسلیم علی الجنازۃ مثل التسلیم فی الصلوٰۃ	تین کام آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے جن کو آجکل لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے ایک نماز جنازہ میں سلام پھیرنا ہے جیسا کہ فرض نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے۔
(البیہقی ص۴۳ ج ۴)	

تاہم ایک سلام پر بھی اکتفاء جائز ہے جیسا کہ دارقطنی میں حضرت ابو ھریرہؓ سے مرفوعاً ثابت ہے۔ اور بعض صحابہؓ کے عمل سے اسکی تائید ملتی ہے جو کہ سنن الکبریٰ البیہقی میں مذکور ہے اور ابوداؤد

کے مسائل میں ہے کہ امام احمد بن حنبل بھی اس پر عمل کرتے تھے، تاہم مستحب یہ ہے کہ سراً سلام پھیرا جائے اور امام اور مقتدی دونوں اس میں برابر ہیں۔ چنانچہ سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ

اِنَّهٗ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الْجَنَازَةِ تَسْلِيْمَةً خَفِيَّةً۔	وہ جنازہ میں آہستہ سلام پھیرا کرتے تھے۔

دفن میّت کا بیان

انسان کی میّت، خواہ کافر بھی ہو، اس کی لاش کو دفن کرنا واجب ہے۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جنگِ بدر میں کفارِ قریش کے مقتولین کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دینے کا حکم دیا جن کی تعداد ۲۴ بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ راوی کا بیان ہے:۔

ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم امر یوم بدر باربعة وعشرین رجلاً من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر......	کہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کو ایک غیر آباد کنوئیں میں پھینک دینے کا حکم دیا۔

(بخاری مسلم)

یہ حدیث صحابہ کرام رضؓ کی بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔ جن میں ابوطلحہ رضؓ انصاری، حضرت عمر رضؓ اور عبداللہ بن عمر رضؓ جیسے صحابہ رضؓ شامل ہیں:۔

دوسری حدیث میں حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ ابوطالب

فوت ہو گیا۔ چنانچہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا :۔

اذْهَبْ فَوَارِهِ — جاؤ اسے دفن کر آؤ۔

(مسند احمد)

اور پھر یہاں پر اس مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں اور نہ مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ سے آج تک یہی طریقہ چلا آرہا ہے اور بشیر بن الخصاصیۃ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چل رہا تھا کہ

فَاَتٰی عَلٰی قُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ لَقَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ خَيْرٍ كَثِيْرٍ ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قُبُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ لَقَدْ اَدْرَكَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

(ابوداؤد۔ النسائی)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکین کی قبروں پر آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ یہ لوگ بہت سی خیر سے محروم رہے اس کے بعد مسلمانوں کے قبرستان پر آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا : ان لوگوں نے خیر کثیر

کو پالیا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مشرکین اور مسلمانوں کے قبرستان الگ الگ تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حزمؒ نے المحلیٰ (۵/۱۴۲) میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کو مشرکوں کے قبرستان یا کسی اور جگہ پر علیحدہ دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) موتی کو بقیع میں دفن فرماتے۔ اور سلف میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے کہ ان کو قبرستان کے علاوہ الگ ممتاز جگہ میں دفن کیا گیا ہو۔ یہ خصوصیت صرف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل ہے۔ اور یا شیخین کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوار کا شرف حاصل ہوا ہے۔

لہذا گھروں یا مسجدوں میں دفن کرنا ممنوع ہے خواہ کوئی کتنا ہی ذی مرتبہ اور بزرگ کیوں نہ ہو، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:۔

اِجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ جہاں کہ نماز پڑھنا

منع ہے۔

یہاں پر ضمناً یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ جس گھر یا مسجد میں قبر بنی ہوئی ہو۔ اس میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اسی حدیث پر کہ کراھۃ الصلاۃ فی المقابر کا ترجمہ قائم کیا ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں :۔

من صلیٰ فی مقبرۃ او الی قبر اعاد الصلوٰۃ ۔	کہ جس نے قبرستان میں نماز پڑھی یا کسی قبر کی جانب متوجہ ہو کر نماز پڑھی، اسے چاہیئے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔

اور مقبرہ کا لفظ ایک قبر کو بھی شامل ہے۔ اور یہ حکم عام ہے کہ قبر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف یا پیچھے کی طرف ہو۔ سب کو شامل ہے (کذا حققہ الحافظ ابن تیمیہ فی الاختیار العلمیہ) اور پھر کسی قبر پر مسجد کھڑی کرنا تو بالکل حرام ہے اور اس پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا :۔

إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ	سب سے برے لوگ وہ ہیں جن پر قیامت قائم ہو گی اور جو قبروں کو مسجدیں بناتے ہیں۔

(مسند احمد عن عبد اللہ بن مسعودؓ)

دراصل یہی وہ چیز ہے جس سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں اور ایسی مسجدیں مسجد ضرار سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ لہذا جن قبروں پر گنبد بنے ہوئے ہیں۔ ان کا گرانا واجب ہے بلکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو ہر بلند قبر کو گرانے کا حکم دیا ہے۔ اور جو قندیل یا روشنی کسی قبر پر کی گئی ہو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ بزرگوں کے روغنوں کیلئے کسی قسم کی نذر ماننی حرام ہے۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ قبر کی طرف نماز پڑھنا، قبر پر سجدہ کرنا اور کسی قبر پر مسجد بنانا۔ یہ تینوں صورتیں حرام ہیں اور حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ان تینوں کو شامل ہے اور پھر قبر پر میلہ لگانا تو بہت سخت حرام ہے۔ خواہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک کیوں نہ ہو چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

وَلَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا۔ کہ میری قبر کو عیدنہ بنانا۔

جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قبر پر میلہ لگانے سے منع فرمایا ہے جو تمام قبروں سے افضل ہے تو دوسری قبروں پر میلے لگانا تو بالاولیٰ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح اسلام کی سمجھ دے۔ اور اس شرک سے توبہ کی توفیق دے۔ آمین!

قبر کھودنے اور میت کو قبر میں اُتارتے وقت چند امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے :-

(۱)- قبر گہری وسیع اور اچھی طرح بنائی جائے۔ ہشام بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُحد کے دن فرمایا :-

اِحفِرُوا وَاَوسِعُوا وَاَعمِقُوا وَاَحسِنُوا۔ (نسائی-ابوداؤد) کہ قبر کھودو، اور اسے وسیع گہرا اور خوبصورت بناؤ۔

اسی طرح ایک انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور قبر کھودنے والے کو ہدایات دیتے اور فرماتے :-

اَوسِعْ مِنْ قِبَلِ الرَّأسِ کہ سر کی جانب سے وسیع کرو اور
اَوسِعْ من قِبَلِ الرِّجلَینِ۔ پاؤں کی جانب سے وسیع کرو۔

(۲) بہتر یہ ہے کہ قبر میں لحد (بغلی) بنائی جائے۔ اس کی اصل دلیل تو یہی ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے لحد بنائی گئی۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دفن کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

دَخَلَ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ العَبَّاسُ وَعَلِیٌّ کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبر میں اُتارنے کیلئے عباسؓ

والفضل وسوی لحدہٗ	علی رضؓ اور فضل قبر میں اُترے
رجل من الانصار	اور قبر کی لحد کو ایک انصاری نے دُرست کیا۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا :۔

اللحد لنا، والشق لغیرنا	کہ لحد ہمارے لئے ہے اور
(ابوداؤد)	شق دوسروں کیلئے ہے۔

(ج) قبر کے اندر میّت کو صرف مرد اُتاریں۔ عورتیں یہ کام سرانجام دے سکتیں۔ کیونکہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے عہدِ مُبارک سے یہی تعامل چلا آیا ہے۔ اور اس کے لیئے میت کے اقرباء کا حق ہے۔ قرآن میں ہے۔

واولوا الارحام بعضھم	کہ کتاب الٰہی میں رشتہ دار
اولیٰ ببعض فی کتاب	باہم ایک دوسرے پر زیادہ
اللہ ( )	حق رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی امی) کو بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ داروں نے ہی قبر میں اتارا۔

اور خاوند اپنی بیوی کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک قصّہ میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ رض کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم پہلے فوت ہو گئیں تو...... تو تیرا کفن و دفن میں اپنے ہاتھ سے کرونگا۔ (مسند احمد)

تاہم شرط یہ ہے کہ اس رات خاوند نے کسی دوسری بیوی سے مقاربت نہ کی ہو جیسا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی صاحبزادی کے دفن کے سلسلہ میں فرمایا تھا کہ قبر میں وہ اُترے جس نے اس رات جماع نہ کیا ہو۔ چنانچہ ابو طلحہ رض اُٹھے اور اُنھوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی (رقیہ رض) کو قبر میں اُتارا۔ حالانکہ اس صاحبزادی (رقیہ رض) کے خاوند حضرت عثمان رض موجود تھے۔ (بخاری بمستدرک حاکم)

(د) سنّت طریقہ یہ ہے کہ قبر کی بائیں جانب سے میّت کو اُتارا جائے چنانچہ ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد میں ہے کہ حارث رض نے اپنی موت کے وقت وصیّت کی کہ اس کا جنازہ عبداللہ رض بن یزید پڑھائیں چنانچہ عبداللہ رض نے جنازہ پڑھایا۔ پھر اس کو قبر میں بائیں جانب سے اُتارا اور فرمایا :-

ھذا من السنۃ کہ یہ سنّت ہے۔

اور صحابی کا اسے سنّت کہنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ

حدیث مسند ہے۔

هٰذا هو المشهور فيما بين اهل الحجاز
کہ اہل حجاز میں یہ طریقہ معروف ہے۔

(بیہقی ۴/۵۴)

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اُتارا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے ضعف سند کے علاوہ اس کا متن بھی محل اعتراض ہے کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک قبلی دیوار کے بالکل متصل ہے اور لحد دیوار کے نیچے چلی گئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قبلی جانب سے قبر میں اُتارا گیا ہو۔ (کتاب الام ۱/۲۴۱)

(ھ) قبر کے اندر میّت کو داہنی کروٹ لٹایا جائے اور اس کا چہرہ قبلہ کی جانب کر دیا جائے۔ اور میّت کا سر قبلہ کے داہنی اور پاؤں بائیں طرف ہوں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے زمانہ سے یہی تعامل چلا آرہا ہے اور عالم اسلام میں مسلمانوں کے قبرستان اسی طرح بنے ہوئے ہیں۔ (المحلی ۵/ ۱۷۳)

(و) جو شخص قبر میں اُتارے وہ یہ دُعا پڑھے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے

روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تم میّت کو قبر میں اُتارو تو یہ دُعا پڑھو :۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَوْعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔	اللہ کے نام کے ساتھ، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُنّت پر یا ملت پر

(ابوداؤد ۔ترمذی)

(۲) جو لوگ قبر کے پاس حاضر ہوں، ان کے لیئے مستحب ہے کہ لحد بند کرنے کے بعد دونوں ہاتھ سے تین لپ بھر کر مٹی ڈالیں جیساکہ حضرت ابوھریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جنازہ پڑھایا۔ پھر قبر پر تشریف لائے :۔

فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا۔ (ابن ماجہ)	تو سر کی جانب کھڑے ہو کر تین لپ بھر کر مٹی ڈالی۔

تنبیہ

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے اور متأخرین فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ پہلی بار مٹی ڈالتے وقت منھا خلقنٰکم پڑھتے ہیں اور دُوسری مُٹھی کے ساتھ وفیھا نعیدکم اور تیسری مٹھی کے ساتھ "ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ"

آیت تلاوت کرے مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ ابو امامہؓ والی حدیث ــــ جس میں یہ ہے کہ جب اُمّ کلثوم بنت رسول کو قبر میں رکھا گیا، تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی سے استدلال ہوسکتا ہے مگر اوّلاً تو یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ اور پھر اس میں مندرجہ بالا تفصیل کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور فضائل اعمال کا عنوان دیکر حدیث ضعیف کا سہارا لینا اصولی اعتبار سے کلیتہً غلط ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اپنے رسالہ "تبیین العجب فیما ورد فی فضل رجب" میں تصریح کی ہے۔

احکامِ قبر

قبر کو زمین سے ایک بالشت کے قریب اونچا کر دیا جائے۔ جیسا حضرت جابرؓ سے مروی ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... وَرُفِعَ قَبْرُہٗ مِنَ الْاَرْضِ نَحْوًا مِنْ شِبْرٍ	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک بالشت کے قریب اونچی کی گئی۔

(ابن حبان، بیہقی)

اور قبر کو کوہان نما بنایا جائے جیسا کہ سفیان تمار کی حدیث میں ہے :۔

رأیت قبر النبی و قبر ابی بکرؓ و عمرؓ مسنماً (بخاری۔ ابن ابی شیبہ)

کہ میں نے آنحضرت اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی قبروں کو دیکھا کہ وہ کوہان نما تھیں۔

قبر پر نشان کے لئے پتھر لگایا جا سکتا ہے جیسا کہ مطلب بن ابی وداعۃ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کی قبر پر نشان لگایا۔ (ابوداؤد ۔ مع عون ۶۹/۲)

بعض لوگ دفن کے بعد میت کو تلقین کرتے ہیں، تاہم یہ ثابت نہیں ہے اور اس سلسلہ میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے۔ وہ سخت ضعیف ہے۔ زاد المعاد (۲۰۶/۱) میں حافظ ابن القیم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (سبل السلام ۱۱۶)

بلکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لیئے ثابت قدمی کی دعا کی جائے۔ اور استغفار کیا جائے حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت ہے :۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت

کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب دفن میت سے فارغ

وقف ... استغفروا ہوئے تو اس پر کھڑے ہوتے
لاخیکم وسلو ... بیت اور فرماتے اپنے بھائی سے کہتے
فانہ الآن یسأل۔ استغفار کرو اور ثابت قدمی
(ابوداؤد) کا سوال کرو کیونکہ اب اسی سے
سوال ہو رہا ہے۔

میّت پر سوگ منانا

کسی میت پر افسوس کرنا، رونا اور آنسو بہانا تو جائز ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے کپڑا کھولا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور رونے لگے۔ (بخاری) اور دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ بن مظعون فوت ہوئے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے چہرہ کا بوسہ دیا اور رو پڑے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رخسار مبارک پر آنسو بہہ رہے ہیں۔

حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام فوت ہوئے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے تعجب سے کہا: اللہ کے رسول! آپ بھی؟ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا،

یا ابن عوف انھا رحمۃ — کہ ابن عوف! یہ رحمت ہے۔

اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضیٰ ربنا، وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون۔ (بخاری)

کہ آنکھ سے آنسو بہتے ہیں، اور دل افسردہ ہے۔ مگر ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا خدا خوش ہو۔ ابراہیم! ہمیں تمہاری جدائی سے صدمہ ہے۔

میّت کے اعزہ و اقارب کو چاہیئے کہ صبر و احتساب سے کام لیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے عزیز کی موت پر صبر و احتساب سے کام لیتا ہے۔ اس کے لئے جنّت ہے (نسائی) اور پھر اس کی موت پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا جائے اور نیز یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔

اے اللہ! مجھے اس مصیبت پر اجر عطا فرما اور اس کا بہتر بدلہ دے۔

اس دُعا کی برکت سے ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کا جبر فرما دے اور سوگ کے طور پر اگر تین دن تک نہانا دھونا چھوڑ دے اور لباس بھی تبدیل نہ کرے تو اس کی اجازت ہے۔ مگر تین دن کے بعد یہ اجازت نہیں ہے۔ ام حبیبۃ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

لا یحل لامرءۃ تؤمن باللہِ	کسی مسلمان عورت کیلئے جائز
والیوم الآخر ان تحد علی	نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر
میت فوق ثلاث الا علی	تین دن سے زیادہ سوگ
زوج اربعۃ اشہر وعشراً	منائے ہاں بیوی اپنے
(بخاری)	خاوند پر چار ماہ دس دن
	تک سوگ منا سکتی ہے۔

نوحہ کرنا

جب مذکورہ بالا بیان سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ آنسو بہانا اور تین دن تک سوگ منانا جائز ہے، اب ہم کہتے ہیں کہ میت پر نوحہ کرنا، گریبان پھاڑنا، بال منڈوانا۔ چھاتی اور رخسار پیٹنا،

[و]غیرہ، طریقوں سے جزع فزع کا اظہار کرنا حرام ہے۔ ابو مالک [اش]عری سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

اثنتان فی الناس ھما بھم کفر۔ الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت	کہ دو باتیں لوگوں میں کفر سے ہیں، کسی کی نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

اور صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت (ص[لی]) اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

لیس منا من لطم الخدود، وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔	کہ جس نے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیۃ کے کلمات پکارے وہ ہم سے نہیں ہے۔

اور صحیحین میں ابو بردہ رضی اللہ عنہ بن ابو موسیٰ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت (ص[لی]) اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریٔ من الصالقۃ والحالقۃ والشاقّۃ۔	کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے واویلا کرنے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورت سے براءت کا اظہار فرمایا۔

عذابِ قبر

عذابِ قبر اور مرنے کے بعد

میت کے دفن کے وقت قبرستان میں حاضرین کو موت یاد دلانے کیلئے مجلسِ وعظ کا قیام بھی درست ہے۔ جس میں عذاب قبر اور مابعد الموت کے واقعات کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے جب قبرستان میں پہنچے۔ تو قبر کی بغلی ابھی تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گرد اس طرح پُرسکون ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین کریدنے لگ گئے اسی اثنا میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین کی طرف، کبھی اُوپر دیکھتے اور کبھی نیچے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین مرتبہ اس طرح نظر گھمانے کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا:-

اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ	کہ عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ
عَذَابِ الْقَبْرِ۔	کی پناہ طلب کرو۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین مرتبہ فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ	اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا
عَذَابِ الْقَبْرِ۔	ہوں، قبر کے عذاب سے۔

اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ	بیشک مومن آدمی جب فوت
فِی انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَ	ہونے لگتا ہے تو اس کے پاس
اِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ۔ نَزَلَ	آسمان سے فرشتے اُتر کر آتے ہیں
اِلَيْهِ مَلٰٓئِكَةٌ مِنَ السَّمَآءِ، بِيْضُ	جن کے چہرے سفید اور سورج کی
الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ	طرح چمکتے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس
مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ،	جنت کا کفن ہوتا ہے اور جنت
وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ،	کی خوشبو، وہ آکر اس کی حدِّ نظر
حَتّٰی يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ	پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر اس کے
ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ	بعد ملک الموت آتا ہے (مشہور نام
السَّلَامُ حَتّٰی يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ	عزرائیل ہے لیکن اس کا ثبوت نہیں)
فَيَقُوْلُ: اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ	اور اس کے سرہانے آکر بیٹھ جاتا ہے

وَفِي رِوَايَةٍ الْمُطْمَئِنَّةُ' اُخْرُجِي	اور کہتا ہے، اے پاکیزہ نفس نکل
إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ	آ، اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی
قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ	کی طرف، اس پر وہ اس طرح نکل کر
الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ فَيَأْ	بہہ پڑتا ہے، جیسا کہ آسمان سے
خُذُهَا وَفِي رِوَايَةٍ حَتّٰى إِذَا	قطرہ گرتا ہے۔ وہ اس کو پکڑ لیتا
خَرَجَتْ رُوحُهُ صَلّٰى عَلَيْهِ	ہے اور اس کے لئے تمام فرشتے
كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ	جو زمین اور آسمان کے درمیان
وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَفُتِحَتْ	ہیں اور جو فرشتے آسمان پر ہیں
لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، لَيْسَ مِنْ	دعا مغفرۃ کرتے ہیں اور اس
أَهْلِ بَابٍ إِلَّا وَهُمْ يَدْعُونَ	کیلئے آسمان کے دروازے کھول
اللّٰهَ أَنْ يُعْرَجَ بِرُوحِهِ مِنْ	دیئے جاتے ہیں۔ ہر دروازے والے
قِبَلِهِمْ، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ	فرشتے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے
يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ	دروازہ سے داخل ہو۔ الغرض
حَتّٰى يَأْخُذُوهَا فَيَجْعَلُوهَا	جب ملک الموت اس کی روح کو
فِي ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذٰلِكَ	پکڑ لیتا ہے تو لمحہ بھر میں وہ فرشتے
الْحَنُوطِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى:	اسے پکڑ لیتے ہیں اور اسے جنت کے
"تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا	کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں

يُفَرِّطُوْنَ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَطْيَبِ
نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى
اَهْلِ الْاَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ
بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ - يعني بِهَا
عَلٰى مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا
قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ
الطَّيِّبُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ
بْنُ فُلَانٍ ـــــ بِاَحْسَنِ
اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهُ
بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا
اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ
لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ، فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ
كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا اِلَى السَّمَاءِ
الَّتِيْ تَلِيْهَا، حَتّٰى يَنْتَهِيْ بِهٖ اِلَى
السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ
عِلِّيِّيْنَ" وَمَا اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ

یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے
اس فرمان کا کہ ہمارے فرشتے
اس کو فوت کرتے ہیں اور کسی قسم
کی کوتاہی نہیں کرتے، اس سے
خوشبو مہکتی ہے جو روئے زمین
پر نہیں پائی جاتی۔ وہ اسے لیکر
اوپر چڑھ جاتے ہیں پھر جن
فرشتوں کے پاس وہ اسے لیکر
گذرتے ہیں، وہ اس کی تعریف
کرتے ہیں اور اس کے بہتر نام
سے پکارتے ہیں جس کے ساتھ
وہ دنیا میں پکارا جاتا رہا۔
حتیٰ کہ اسے لیکر آسمان دنیا پر
پہنچ جاتے ہیں اور دروازہ پر
دستک دیتے ہیں۔ پس وہ دروازہ
ان کیلئے کھول دیا جاتا ہے اور
اسے ہر آسمان میں اللہ کے مقرب

كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ
فَيُكْتَبُ كِتَابُهُ فِيْ عِلِّيِّيْنَ ثُمَّ
يُقَالُ: أَعِيْدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ
فَإِنِّيْ وَعَدْتُّهُمْ أَنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ
وَفِيْهَا أُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ
تَارَةً أُخْرٰى قَالَ فَيُرَدُّ إِلَى الْأَرْضِ
وَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ قَالَ فَإِنَّهُ
يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِ أَصْحَابِهٖ إِذَا وَلَّوْا
عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ فَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ
شَدِيْدُ الْاِنْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهٖ
وَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ:
مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ
دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ
لَهٗ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ
الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ:
هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرشتے الوداع کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ
وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے
اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے، کہ
میرے بندے کا نام علیین میں لکھ دو
اور علیین کیا ہے وہ ایک لکھی
ہوئی کتاب ہے جس کے پاس مقرب
فرشتے رہتے ہیں۔ پس اس کی کتاب
علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ پھر حکم
ہوتا ہے اسے زمین کی طرف لے جاؤ
کیونکہ میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں نے
زمین سے تمہیں پیدا کیا اور زمین میں ہی
لوٹا دوں گا اور پھر اسی زمین سے نکالے
جاؤ گے پس اسے زمین کی طرف لوٹا دیا
جاتا ہے۔ اور اس کی روح جسم میں ڈال
دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ جب
اسے دفن کرکے واپس جاتے ہیں
تو ان کے جوتے کی آواز تک سنتا ہے

وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا أَعْلَمَكَ فَيَقُوْلُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيَنْتَهِرُهٗ فَيَقُوْلُ مَنْ رَّبُّكَ مَا دِيْنُكَ، مَنْ نَبِيُّكَ؟ وَهِيَ آخِرُ فِتْنَةٍ تُعْرَضُ عَلَى الْمُؤْمِنِ، فَذَالِكَ حِيْنَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَدِيْنِيَ الْإِسْلَامُ وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَافْرِشُوْا لَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا

پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بہت ڈانٹتے ہیں اور اسے اُٹھا کر بٹھا لیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں وہ جو تمہاری طرف بھیجے گئے وہ کیا ہیں۔ وہ کہتا ہے، وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے۔ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر اسے وہ ڈانٹتا ہے اور پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تمہارا نبی کون ہے۔ یہ آخری آزمائش ہوگی جو مومن پر آئے گی۔ یہی وہ وقت

إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ وَقَالَ وَيَأْتِيهِ وَفِي رِوَايَةٍ يُمَثَّلُ لَهُ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ فَيَقُولُ أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ أَبْشِرْ بِرِضْوَانٍ مِنَ اللهِ وَجَنَّاتٍ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ لَهُ وَأَنْتَ فَبَشَّرَكَ اللهُ بِخَيْرٍ مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ يَغْفِرُ اللهُ مَا عَلِمْتُكَ إِلَّا كُنْتَ سَرِيعًا فِي طَاعَةِ اللهِ بَطِيئًا

ہے جس کے متعلق فرمایا، اللہ تعالیٰ مومن کو قول ثابت کے ساتھ دنیا میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر آسمان سے ندا آتی ہے۔ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کیلئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کی طرف جنت کی خوشبو آتی ہے اور قبر کو حد نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسکے سامنے ایک خوبصورت شخص آتا ہے اور اسے جنت اور رضا الٰہی کی خوشخبری دیتا ہے اور کہتا ہے یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے۔ تمہیں اللہ خوش رکھے۔ تم کون ہو؟ تیرے چہرہ سے خیر ٹپکتی ہے وہ کہتا ہے

فِي مَعْصِيَةِ اللهِ فَجَزَاكَ
اللهُ خَيْرًا ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ
بَابٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَبَابٌ مِنَ
النَّارِ فَيُقَالُ: هٰذَا
مَنْزِلُكَ لَوْ عَصَيْتَ اللهَ
أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ هٰذَا
فَإِذَا رَأَى مَا فِي الْجَنَّةِ
قَالَ رَبِّ عَجِّلْ قِيَامَ السَّاعَةِ
كَيْمَا أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي
وَمَالِي فَيُقَالُ لَهُ اُسْكُنْ
قَالَ:-
وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ وَ
فِي رِوَايَةِ الْفَاجِرَ إِذَا
كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا
وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ
نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ
مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

میں تیرا نیک عمل ہوں مجھے معلوم ہے
تم اللہ کی اطاعت میں سبک رفتار تھے
اور اس کی معصیت میں سست رفتار
پھر اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا
جاتا ہے اور دوزخ کا بھی اور اس سے
کہدیا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر
تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا۔ اب اللہ
نے اس کے بدلہ میں تمہیں یہ جنت دے
دی ہے پھر جب وہ جنت میں نعمتوں
کو دیکھے گا تو کہے گا میرے اللہ!
قیامت جلد آئے تاکہ میں اپنے اہل اور
مال کی طرف لوٹ سکوں اس پر اسے
کہا جائے گا اچھا تم اس میں رہو لیکن
کافر آدمی جب مرنے لگتا ہے تو اس پر
آسمان سے سخت اور سیاہ رو فرشتے
آتے ہیں، ان کے ہاتھ میں ٹاٹ ہوتا ہے
وہ اس سے حد نگاہ پر دور بیٹھ جاتے

سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ
الْمُسُوْحُ مِنَ النَّارِ فَيَجْلِسُوْنَ
مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ
يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى
يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ
اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ
اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَغَضَبٍ قَالَ فَتَتَفَرَّقُ
فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا
كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ
اَلْكَثِيْرُ الشُّعَبِ مِنَ الصُّوْفِ
الْمَبْلُوْلِ فَتَتَقَطَّعُ مَعَهَا
الْعُرُوْقُ وَالْعَصَبُ فَيَلْعَنُهٗ
كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي
السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ
السَّمَاءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ

ہیں پھر اس کے پاس ملک الموت آتا ہے اور
اس کے سرہانے آکر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے
اے نفس خبیث نکل آ اللہ کے غصہ اور
غضب کی طرف وہ اس کے جسم میں منتشر
ہو جاتی ہے۔ اس پر وہ اس طرح سختی کھینچتا
ہے جیسا کہ بہت سی شاخوں والی لوہے
کی سلاخ گیلی اُون سے کھینچی جاتی ہے
اس کے ساتھ ہی اس کی رگیں کٹ جاتی ہیں
اور زمین و آسمان کے درمیان اور آسمان
والے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اس
پر آسمان کے دروازے بند کر دیے
جاتے ہیں اور ہر دروازہ کے فرشتے دعا
کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے اُوپر نہ لیجایا
جائے۔ الغرض جب ملک الموت اسے نکال
لیتا ہے تو جلدی سے وہ فرشتے اسے
لے لیتے ہیں۔ اور ٹاٹ میں لپیٹ لیتے
ہیں پھر اس سے مردار جیسی بدبو نکلتی ہے

بَابٍ اِلاَّ وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللهَ اَنْ لاَّ
تُعْرَجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ فَيَأْخُذُهَا
فَإِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ
طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ
الْمُسُوْحِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ
جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ
فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى
مَلَاٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلاَّ قَالُوْا: مَا هٰذَا
الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ
بْنُ فُلَانٍ- بِاَقْبَحِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ
يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا
اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا
يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ
السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ
الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ" فَيَقُوْلُ اللهُ
عَزَّوَجَلَّ: اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ سِجِّيْنٍ

وہ لیکر اسے اُوپر چڑھتے ہیں تو جن
فرشتوں کے پاس سے وہ گذرتے ہیں
وہ پوچھتے ہیں کہ یہ خبیث رُوح کس
کی ہے۔ وہ اس کا بُرے سے بُرا نام
لیکر کہتے ہیں فلاں بن فلاں کی پھر جب
وہ آسمان دنیا پر لیکر پہنچتے ہیں تو اس
کیلئے کوئی دروازہ نہیں کھلتا اس پر
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ
آیت تلاوت فرمائی اِن کے لئے نہ
آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے
اور نہ جنت میں داخل ہو سکیں گے حتی کہ
اونٹ سوئی کے ناکا میں داخل ہو جائے
اس پر حکم ہوتا ہے اس کا نام سب سے نیچی
زمین میں لکھ دو اور حکم ہوتا ہے اسے
زمین کی طرف لیجاؤ کیونکہ میں نے وعدہ
کیا ہے کہ اسی زمین سے تمہیں پیدا کیا
اور اسی میں لوٹاؤں گا۔ اس سے

فِي الْأَرْضِ السُّفْلَى ثُمَّ يُقَالُ أَعِيدُوا عَبْدِي إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي وَعَدْتُهُمْ إِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى فَتُطْرَحُ رُوحُهُ مِنَ السَّمَاءِ طَرْحًا حَتَّى تَقَعَ فِي جَسَدِهِ ثُمَّ قَرَءَ: وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ قَالَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِ أَصْحَابِهِ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ۔ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ شَدِيدَا الْانْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهِ وَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ فَيَقُولُ هَاهِ هَاهِ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ فَمَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ

دوبارہ نکالوں گا — پھر اس کی رُوح زمین کی طرف پھینک دی جاتی ہے اور وہ جسم میں آکر پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی " جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا۔ گویا وہ آسمان سے گرا اور اسے پرندے نے اُچک لیا یا ہوا نے دُور دراز جگہ میں پھینک دیا۔ الغرض اسکی رُوح اس کے جسدِ عنصری میں لوٹا دی جاتی ہے اور جب اسے دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان جُوتوں کی آواز تک کو سُنتا رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے پہنچ جاتے ہیں، جو اسے ڈانٹتے ہیں اور اُٹھا کر بٹھا لیتے ہیں۔ پس اس سے سوال کرتے

الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ؟ فَلَا یَھْتَدِیْ لِاِسْمِهٖ فَیُقَالُ مُحَمَّدٌ! فَیَقُوْلُ هَاهِ هَاهِ لَا اَدْرِیْ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ کَذَبَ فَافْرِشُوْا لَهٗ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَی النَّارِ فَیَاْتِیْهِ مِنْ حَرِّھَا وَ سُمُوْمِهَا وَ یُضَیَّقُ عَلَیْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْهِ اَضْلَاعُهٗ وَ یَاْتِیْهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ وَیُمَثَّلُ لَهٗ رَجُلٌ قَبِیْحُ الْوَجْهِ قَبِیْحُ الثِّیَابِ مُنْتِنُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُوْؤُكَ ھٰذَا یَوْمُكَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ وَاَنْتَ فَبَشَّرَكَ اللّٰهُ بِالشَّرِّ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ یَجِیْءُ بِالشَّرِّ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِیْثُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُكَ اِلَّا کُنْتَ بَطِیْئًا عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ سَرِیْعًا اِلٰی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ۔

ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ افسوس سے کہتا ہے۔ مجھے کچھ بھی علم نہیں، پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے، وہ کہتا ہے۔ ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں، اس نبی کے متعلق کیا خیال ہے جو تم میں بھیجا گیا، لیکن وہ اس کے نام کی طرف ہدایت نہیں پاتا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے محمدؐ؟ بس وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا اس پر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کیلئے آگ کا فرش بچھاؤ، اور آگ کی جانب دروازہ کھول دو، پس اسے آگ کی گرمی اور لو پہنچتی رہتی ہے اور اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری کی طرف نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے سامنے ایک

اللہِ فَجَزَاکَ اللہُ شَرًّا
ثُمَّ یُقَیَّضُ لَہٗ اَعْمٰی اَصَمُّ
اَبْکَمُ فِیْ یَدِہٖ مِرْزَبَۃٌ لَوْ
ضُرِبَ بِھَا جَبَلٌ کَانَ تُرَابًا
فَیَضْرِبُہٗ ضَرْبَۃً حَتّٰی یَصِیْرَ
بِھَا تُرَابًا ثُمَّ یُعِیْدُہُ اللہُ
کَمَا کَانَ فَیَضْرِبُہٗ ضَرْبَۃً
اُخْرٰی فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُہٗ
کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ
ثُمَّ یُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ مِّنَ
النَّارِ وَیُمَھَّدُ مِنْ فُرُشِ
النَّارِ فَیَقُوْلُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ۔
(ابوداؤد، حاکم۔ نسائی
ابن ماجہ۔ مسند احمد و
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین)

بدصورت آدمی ظاہر ہوتا ہے جس کا
لباس ہولناک اور بدبودار ہے، وہ
کہتا ہے تم خوش ہو جاؤ۔ اس چیز کے
ساتھ جو تمہیں غم میں ڈالے یہ وہ دن
ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔
وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں، بخدا
مجھے معلوم ہے کہ تو اللہ کی طاعت
میں سست تھا اور برائی کی طرف تیز
تھا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ برا بدلہ دے پھر
اس پر ایک اندھا، بہرا اور گونگا
فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے
ہاتھ میں گرز ہے وہ اس پر ایک
ضرب لگاتا ہے جس سے وہ ذرہ
ذرہ ہو جاتا ہے۔ پھر چیخ مارتا ہے
جسے انسان اور جن کے سوا ہر چیز
سنتی ہے پھر اس کیلئے دوزخ کا دروازہ
کھول دیا جاتا ہے اور قیامت تک کیلئے
آگ کا بچھونا بچھا دیا جاتا ہے۔

بدعاتِ جنازہ

اور

ان کی تردید

بدعت کے معنی نئی اور انوکھی چیز کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ہر اس کام کو بدعت کہا جاتا ہے جو دین اور ثواب سمجھ کر کیا جائے اور کتاب و سنّت، آثارِ سلف اور اجماع میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ اور یہ بدعت اعتقادی، قولی اور عملی سب کو شامل ہے۔

دین و شریعت میں بدعت کی جسقدر بھی تردید اور مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو تمامتر فتنوں اور گمراہیوں کی جڑ ہے۔ اور مسلمانوں میں جسقدر بھی تحزب و افتراق پایا جاتا ہے، وہ سب اسی نظریہ کی پیداوار ہے۔ اجتماعی و سیاسی زندگی میں جو اضطراب و انتشار نظر آرہا ہے اور آئے دن ہم تنزل کا شکار ہو رہے ہیں تو اس کا اصل سبب بھی یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اور ہر خطبہ میں تا زندگی اس کی مذمت فرماتے رہے۔ اور لوگوں کو اس سے ڈراتے رہے۔ فرمایا کرتے :۔

فان کل بدعة ضلالة[1] کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور ابن ماجہ میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوماً ولا صلوٰة[2] الخ — کہ بدعتی کا نماز و روزہ اور کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

افترقت الیھود علی احدی او اثنتین وسبعین فرقة وافترقت النصاری علی احدی او اثنتین وسبعین فرقة وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة[3] — کہ یہود کے اکہتر یا بہتر فرقے بن گئے، اسی طرح نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ افتراق بدعات کی وجہ سے پیدا ہوگا چنانچہ

---

[1] رواہ ابوداؤد فی حدیث طویل عن العرباض وعن معاذ بن جبل

[2] ابوداؤد: وفی مسلم عن جابرؓ وفی روایة النسائی وکل محدثة بدعة وکل بدعة فی النار او کل ضلالة فی النار، فی ابن ماجة مرفوعاً عن ابن مسعودؓ والمشھور انه موقوف علیه واللہ اعلم۔ [3] ابن ماجہ ج ۱ ص ۳ اوفی روایة ابن عباس حتی یدع بدعته ای حتی یتوب والصحیح انه موقوف علی الحسن البصری وعن الاوزاعی بلفظ کان یقال الخ راجع ابن وضاح

ایسا ہی ہُوا اور اہل بدعت کے مختلف فرقے وجود میں آگئے اور مسلمانوں میں افتراق پیدا ہوگیا۔ امت کی وحدت ختم ہوگئی اور سلطنت چلی گئی۔ بدعات کے انہی دینی اور دنیاوی نقصانات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اھل البدع ھم شر الخلق والخلیقۃ۔	کہ اہل بدعت سب سے بُری مخلوق ہیں۔

الغرض بدعت اور اہل بدعت کی مذمت قرآن و حدیث، آثار سلف اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے اور دین میں بدعت کے گمراہی ہونے پر علمائے سنت کا اتفاق چلا آیا ہے۔

بدعات کی ابتداء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمانۂ قریب میں ہی بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ احساس پیدا ہوگیا ہے کہ دینی حالت رو بتنزل ہو رہی ہے اور لوگ راہِ سنت سے منحرف ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا :۔

لَوْخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ مَا عَرَفَ شَیْئًا مِمَّا کَانَ عَلَیْہِ	کہ اگر آج آنحضرت آجائیں، تو نماز کے سوا کوئی بھی ایسی چیز

هُوَ وَ اَصْحَابُهٗ اِلَّا الصَّلَاۃَ۔ انہیں نظر نہ آئے گی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

اس پر امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ آج کی حالت اس سے بھی ابتر ہے۔ عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں کہ اگر امام اوزاعی ہمارے زمانہ کو پا لیتے تو معلوم نہیں کیا کہتے۔

اس پر ہم کہتے ہیں کہ یہ بزرگ اگر آج کی بدعات اور گمراہیوں کو دیکھ لیتے تو پہلے زمانہ کو بھول جاتے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان اہل بدعت اور علماءِ سوء کی حالت کے پیش نظر ہی قیامت کے دن فرمائیں گے:۔

فَسُحْقًا، فَسُحْقًا، فَسُحْقًا کہ ان کو دُور لے جاؤ یعنی یہ میری اُمت نہیں ہیں۔ (موطا)

الغرض آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ راہِ سُنّت کو چھوڑ کر لوگ مختلف قسم کی بدعات میں مبتلا ہو گئے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ کرام نے نفرت کی نظر سے دیکھا اور ان کی پُرزور تردید کی۔

ائمہ میں سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ نے بدعت کے ردّ پر زور دیا اور پھر اصحاب مالک رحمہ اللہ نے سُنّت کی پابندی کے ساتھ بدعات

کی تردید کی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مالکی علماء نے سب سے پہلے بدعات کی کے رد پہ کتابیں لکھیں اور ان کی نشر و اشاعت کی۔

رَدِّ بدعت پر پہلی کتاب

طبقات اور تذکرہ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلے محمد بن وضاح القرطبی (۱۹۷ھ ۲۸۶) نے قلم اُٹھایا اور "کتاب البدع والنھی عنھا" کے عنوان سے بدعت کے اُوپر کتاب لکھی۔ پھر ان کے بعد ابو ذکریا یحیٰی بن عوف کی "کتاب الرد علی اھل البدع" کا ذکر ملتا ہے اور یہ سب علماء مالکی مغربی تھے۔ قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں ان کے تراجم بالتفصیل نقل کئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں امام مالکؒ ہی ایک ایسے امام تھے جن کو امام اہلسنت کا مرتبہ حاصل تھا اور علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

ان کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مصر کے مشہور عالم ابو بکر محمد بن ولید طرطوشی بدعت کے ردّ میں ایک رسالہ لکھتے ہیں جو کہ "کتاب البدع والحوادث" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مصری عالم چھٹی صدی کے علماء سے ہیں۔ ابن فرحون نے الدیباج ص۲۶ پر ان کا تذکرہ کیا ہے اور طرطوشی کی کتاب کو اس موضوع پر بہترین کتاب قرار دیا ہے۔ اسی طرح "المدخل" میں

ابن الحاج بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ تاہم مذکورہ بالا کتب کا تعلق اور دائرہ صرف عبادات میں بدعات کی تردید تک محدود ہے یا پھر اہل ہوٰی کی بدعات ذکر کی ہیں، جن کا تعلق قول و اعتقاد سے ہے۔ لیکن دین میں اور بھی بہت سے فتنے پیدا ہوئے ہیں، جن کا تعلق دُوسرے مذاہب کی تقلید اور نقل اُتارنے سے ہے، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

لتتبعنّ سُنَنَ من قبلکم شبرًا بشبرٍ وذراعًا بذراعٍ، حتیٰ لو دخلوا فی جحر ضب لا تتبعتموھم، قلنا یا رسول اللہ! الیھود والنصاریٰ؟ قال: فمن؟! (بخاری و مسلم)	تم ضرور ہی پیروی کرو گے، پہلی اُمتوں کے طریقوں کی، بالشت اور ذراع کے حساب سے، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے ہم نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول! آپ کا اشارہ یہود و نصاریٰ کی طرف ہے، اس پر آپ نے فرمایا: اور کون ہو سکتے ہیں۔

مطلب یہ کہ بڑوں کی تقلید اور کتاب و سنّت کی مخالفت میں میری اُمّت بھی یہود و نصاریٰ کا راستہ اختیار کرے گی۔ یہود نے دین میں

تدلیس اور حیلہ سازی میں سبقت کی جس کی سزا میں وہ بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے، اور نصاریٰ نے عبادات اور قرب الٰہی کیلئے غلط اور رہبانیت کا راستہ اختیار کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ دین میں مختلف قسم کی بدعات ایجاد کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ دونوں صراط مستقیم سے انحراف کر کے دوسرے راستہ پر چلنے لگے۔ قرآن نے یہود کو مغضوب علیہم قرار دیا اور نصاریٰ کو ضالین گردانا اور مسلمانوں کو ہدایت کی، کہ پانچ وقت نماز میں صراط مستقیم کا سوال کریں۔ اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہود و نصاریٰ کے راستہ پر نہ چلائے۔

لیکن آخر فی زمانہ علمائے سوء نے عوام کو بھی انہی راستہ پر چلا دیا اور دوسروں کی تقلید میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے قبر پرستی اور بزرگوں کیلئے نذر و نیاز کو دین بنا کر پیش کر دیا۔ ایک طرف مسلمانوں کو شرک کی راہ پر چلایا اور دوسری طرف ہر قسم کی بدعات کے راستے کھول دیئے۔ یہی وہ گمراہی تھی جس سے آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اُمت کو ڈرایا تھا اور قرآن میں یہود و نصاریٰ کے قِصّے اسی قسم کی گمراہیوں پر تنبیہ کیلئے بیان کئے گئے ہیں۔

اس آخری دور میں عرب و ہند میں جب قبر پرستی نے مختلف روپ اختیار کر لئے اور عوام جاہلیت کی طرح شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے،

تو اللہ تعالیٰ نے عرب کے علاقہ میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کو پیدا کیا اور انہوں نے اپنی تبلیغی مساعی اور جہاد کے ذریعہ خطہ عرب کو عموماً اور حجاز کی سرزمین کو خصوصاً شرک و بدعت سے پاک کر دیا۔ اس دعوتِ توحید اور اصلاح کی نشر واشاعت کی سعادت سعودی حکومت کو نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ ان کی حکومت کو دوام و ثبات بخشے اور عالمِ اسلام میں دعوتِ توحید کی نشر و اشاعت کی ان کو توفیق عطا فرمائے۔

پاک و ہند میں شرک و بدعت

پاک و ہند کی سرزمین بھی شرک و بدعت سے آلودہ ہو چکی ہے۔ بلکہ یہاں تو شرک و بدعت کے علاوہ اور قسم کی گمراہیاں بھی اپنے پاؤں مضبوط کر چکی ہیں۔ شاہ شہیدؒ نے اپنے دَور میں شرک و بدعت کے خلاف جہاد کیا۔ ایک طرف تو انہوں نے اپنے مواعظ بلیغہ سے شرک و بدعت اور رسم و رواج کی مخالفت کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر اہلِ بدعت پر ایسی چوٹ لگائی کہ ان کے قصر میں زلزلہ آگیا۔ اور دوسری طرف اسلامی حکومت کے قیام کیلئے تلوار اٹھائی اور سید احمد شہیدؒ کی معیت میں پاک و ہند کو غیر اسلامی اور غیر ملکی اثرات سے پاک

کرنے کیلئے جہاد کیا۔

آج جماعت اہل حدیث کے سامنے بھی شاہ شہید رح کا مشن ہے اور اہل حدیث اسی مشن کو زندہ رکھنے کیلئے اجتماعی اور انفرادی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جب تک ہمارے ملک میں کتاب وسنت کو عملاً بطور دستور رائج نہیں کیا جائے گا۔ اور شرک و بدعت کا قلع قمع نہیں ہو جائے گا۔ اور مختلف ازموں کے نام سے جو غیر اسلامی نظریے پھیل رہے ہیں، ان کا سد باب نہیں ہوگا۔ جماعت اہل حدیث اپنے مشن کو جاری رکھے گی۔

قَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔	ان سے جہاد کرتے رہو۔ حتیٰ کہ کسی قسم کا فتنہ باقی نہ رہے اور خالص اللہ کی اطاعت ہو۔

بلکہ آج تو ہمارے سامنے شرک و بدعت کو مٹانے کے علاوہ دو فتنے اور بھی ہیں۔ یعنی مرزائیت اور شیعیت، مرزائیت کا پودا انگریز بہادر نے لگایا۔ اور شیعیت کی بنیاد ابن سبا یہودی نے رکھی۔ یہ دونوں فتنے شرک و بدعت کے فتنوں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ضرورت ہے کہ لوگوں کو ان فتنوں سے آگاہ کرنے کیلئے لٹریچر شائع کیا جائے اور وعظ و تبلیغ میں ان فتنوں کی مخالفت کو مقصد

بنایا جائے۔ سردست ہم صلوٰۃ جنازہ کی مناسبت سے صرف چند بدعات کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا تعلق جنازہ سے ہے۔ اس کے بعد ہم شرک وبدعت کی تردید اور فتنوں کے ردّ میں مستقل رسالے شائع کریں گے واللہ الموافق۔

۱۔ بعض لوگ قریب الموت شخص کے سرہانے قرآن رکھ دیتے ہیں۔ یہ بدعت ہے البتہ جان کنی کے وقت سورہ یٰسین کی تلاوت کا ثبوت سلف سے ثابت ہے لیکن اس سلسلہ میں جو روایت ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے۔ اسمیں ضعف ہے۔

(۲) جب تک میّت کو غسل نہ دیا جائے۔ اس وقت تک میّت کے پاس قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ جس کا میّت کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ بدعت عام ہے۔

(۳) بعض لوگ سوگواری کے اظہار کیلئے حجامت بنانا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۴) عموماً لوگوں کے ذہن میں یہ بات سما چکی ہے کہ جو شخص جمعرات یا جمعہ کے دن مر جائے۔ وہ عذاب قبر سے بچ جاتا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں اس کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

(۵) جنازہ کے غسل اور اسے اُٹھا کر لے جانے کے وقت بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے جو سراسر بدعت ہے اور سنّت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموشی سے چلا جائے اور ذکر یا کسی قسم کی گفتگو اس کے خلاف ہے۔
حافظ ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر جہری کی خوب تردید کی ہے۔

(۶) بعض لوگ کلمہ شہادت یا اہلِ بیت کے نام لکھ کر کفن کے اندر رکھ دیتے ہیں یا کفن کے لفافہ پر کلمہ شہادت لکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی بدعت ہے اور سُنّت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۷) نماز جنازہ کے بعد میّت کے متعلق لوگوں سے بآواز بلند شہادت لی جاتی ہے کہ وہ نیک اور صالح تھا۔ حالانکہ اس قسم کی شہادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ بعض صُورتوں میں یہ شہادت کذب بیانی ہوگی جس پر شہادت دینے والے گنہگار ہوں گے۔

(۸) بلا وجہ قبر میں فرش بنانا یا سر کی جانب تکیہ رکھنا خلاف سُنّت ہے۔

(۹) دفن کے بعد سرہانے کی جانب کھڑے ہوکر سورۃ فاتحہ اور بائیں جانب کھڑے ہوکر سورۃ بقرہ کی شروع کی آیات تلاوت کرنا اور میّت کو تلقین کرنا اور سوال وجواب بتانا۔ قبر کے پاس علاقہ کرنا وغیرہ

رسوم بدعت ہیں اور میّت کو ان باتوں سے کچھ نفع نہیں پہنچتا۔

(۱۰) تعزیت کیلئے ایک جگہ جمع ہونے کا اہتمام کرنا اور سات دن تک تعزیت کرنے والوں کیلئے دری وغیرہ بچھا کر بیٹھنا، یہ سب طرزِ عمل سُنّت کے خلاف ہے۔ تعزیت بیشک مسنون ہے لیکن وہ کیف ماتفق ہونی چاہیئے۔ اس کیلئے جگہ کی تعیین جائز نہیں ہے۔

(۱۱) سال کے بعد میت کے وفات کے دن اس کی یاد منانا، اس پر مضامین لکھنے یا دوست احباب کا جمع ہونا یہ تمام رسُوم غیر شرعی ہیں اور علماء نے ان کو بدعت قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی یاد منانے کا سُنّت اور صحابہؓ سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ خصوصاً بعض فرقے جو محرم کے دنوں میں حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے اور روتے پیٹتے ہیں۔ ان پر تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لعنت کی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۱۲) جو لوگ حرمین یا قبور کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ بزرگوں یا انبیاء کو سلام بھیجنا سراسر رسمِ بدعت ہے اور یہ بدعت بہت سی دیگر بدعتوں کا دروازہ کھولتی ہے۔

(۱۳) کسی قبر کے پاس جا کر دُعا کرنا کہ وہاں پر دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس قبر کا بوسہ دینا، اس پر پھولوں کی چادر چڑھانا وغیرہ بدعت و

شرک ہیں۔ دُعا کی قبولیت کیلئے سب سے بہتر جگہ مسجدیں ہیں۔

(۱۴) میت کے لئے دُعا استغفار اور صدقہ خیرات کے ذریعہ ثواب پہنچانے کیلئے شریعت نے کوئی دن مقرر نہیں کیا۔ جس وقت اور جس دن چاہے میت کیلئے صدقہ خیرات کیا جا سکتا ہے بعض لوگ ثواب رسانی کیلئے تیسرا، ساتواں یا دسواں یا چالیسواں دن مقرر کر لیتے ہیں، یا جمعرات کو ایصال ثواب کیلئے صدقہ کرتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمعرات کی رات کو قبروں سے نکل کر مُردوں کی رُوحیں گھروں کے گرد چکر لگاتی ہیں اور اپنے اقرباء سے پکار کر کہتی ہیں کہ ہمارے لئے کچھ صدقہ خیرات کرو۔ سو یہ تمام کام بدعت اور شریعت کے خلاف ہیں اور اس بارے میں تمام حدیثیں بناوٹی اور بے اصل ہیں۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرے اور شریعت کے مطابق صدقہ خیرات کرے۔

هذا ما عندي والله اعلم

جنازہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

جنازۃ خیرالبشر صلے اللہ علیہ وسلم

شیعہ مذہب کی بنیاد ہی تقیہ اور جھوٹ پر ہے اور یہ لوگ جھوٹ کو فروغ دینے کیلئے صحابہؓ کرام کے متعلق جھوٹی روایات اور ان پر اتہام تراشی کو عین ایمان خیال کرتے ہیں۔ بلکہ صحابہؓ کرام کو بدنام کرنے کیلئے توانہوں نے ہر حربہ استعمال کیا ہے۔ صحابہؓ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر اتہامات تراشے گئے اور پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ لوگ دنیا دار تھے اور دنیاوی اقتدار کی حرص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ نہ توانہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کیا اور نہ ہی جنازہ کی پرواہ کی۔

اس بنا پر ہم نے ضروری سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال، تجہیز و تکفین اور دفن تک کے تمام واقعات کو شیعہ سُنی کتب سے ناظرین کے سامنے لایا جائے تاکہ ان کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جائے اور خلفاء ثلاثہ کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی والہانہ شیفتگی اور اطاعت کیشی ظاہر ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور قرآن

قرآن پاک کی متعدد آیات میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالآخر اس دنیا فانی سے رحلت فرمانے والے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وقت قریب آچکا ہے :۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: ۳۰)
بے شک تم مرنے والے ہو اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ (الانبیاء: ۳۴)
ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو بھی ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں بنایا۔ اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح حدیث میں اشارہ تھا :۔

لِتَاْخُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ فلعلی لَا اَحُجُّ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا
کہ مجھ سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کر لو شاید میں اس سال کے بعد پھر حج نہ کر سکوں۔

تفاسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سورہ الفتح (اذا جاء نصر اللہ) ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ اس کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے جان لیا کہ یہ حجۃ الوداع ہے۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشہور خطبہ دیا اور فرمایا:۔

ایک دوسری روائیت میں ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت فاطمہ رضؓ کو بلایا اور فرمایا:۔

اِنَّہٗ قَدْ نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ — کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے

اسی طرح جب حضرت عمر رضؓ نے ابن عباسؓ سے اس سورہ کی تاویل دریافت کی تو ابنِ عباسؓ نے کہا:۔

ھو اجل رسول اللہِ علمہ لہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی موت سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْآنَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ وَاِنَّہٗ عَارَضَنِیْ بِہٖ الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَمَا اُرٰی اِلَّا اقْتَرَبَ اَجَلِیْ۔ — بیشک جبریل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا ورد کیا کرتا تھا لیکن امسال اس نے دو مرتبہ ورد کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔

مرض کی ابتداء

سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع

سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو ذوالحجہ، محرم اور صفر کے آخر تک کا زمانہ تو خیریت سے گذرا۔ مشہور روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ صفر المظفر کو بیمار ہوئے اور مسلسل تیرہ دن بیمار رہ کر ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن وصال فرمایا۔ اس اعتبار سے یوم عرفہ سے لیکر تقریباً اکاسی یا تراسی دن بنتے ہیں۔ یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

قال ابن جریر وغیر واحد مات	ابن جریر وغیرہ بہت سے علماء نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد	کہا ہے کہ عرفہ کے بعد آنحضرت
یوم عرفۃ باحد وثمانین یوماً	(صلی اللہ علیہ وسلم) ۸۱ دن تک زندہ رہے

(ص ۱۳ ج ۲)

احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے ابتدائی ایام میں تو ازواج مطہرات کے گھروں میں باری سے شب باشی فرماتے رہے۔ بالآخر جب مرض نے شدت اختیار کرلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی رضامندی سے فیصلہ کرلیا کہ بقیہ دن حضرت عائشہ کے مکان پر گذارے جائیں۔ "اصول کافی" میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ازخود یہ کوشش کی اور ازواج مطہرات کو راضی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مکان پر لے گئیں[۱]۔

جس روز مرض نے شدت اختیار کی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت میمونہ رضؓ کے

[۱] رواہ البیہقی من حدیث جندب ومسلم فی صحیحہ، وقد روی ھذہ الخطبۃ من طریقۃ ابن عباس ایضاً (البدایہ ص ۲۳۰ ج ۵)

حجرہ میں تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کا سہارا لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضؓ کے مکان پر چلے آئے اور اس کے بعد تقریباً ایک ہفتہ زندہ رہے۔

جمعرات کو یعنی وفات سے پانچ روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم الشان اور فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں دوسرے امور کے علاوہ حضرت ابوبکر رضؓ کے مناقب و فضائل بھی بیان فرمائے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ ابابكرٍ خليلاً۔ وَ اِنَّ رَبِّيْ اِتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا، كَمَا اتخذ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا[1]۔

اگر میں اپنی اُمت سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر رضؓ کو بناتا، لیکن میرے پروردگار نے مجھے اپنا خلیل منتخب کر لیا جب کہ اس نے حضرت ابرھیم عؑ کو اپنا خلیل بنایا۔

اور حضرت ابن عباس رضؓ کی روائیت میں مزید الفاظ مروی ہیں جو اسی حدیث کے اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے مناقب میں بیان فرمائے ہیں:۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَيَّ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ...... وَسُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِيْ بَكْرٍ

لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ابوبکر رضؓ سے بڑھکر اپنے جان و مال کو مجھ پر نچھاور کرنے والا ہو...... ہر وہ دروازہ جو مسجد میں کھلتا ہے اسے بند کر دو ماسوا ابوبکر رضؓ کے دروازہ کے۔

[1] (البدایۃ صـ۲۳ ج ۵)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں فرمایا :۔

اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذِهِ الْاَبْوَابِ	ان دروازوں کو دیکھو جو مسجد میں کھلتے
الشَّارِعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَسُدُّوْهَا	ہیں ان سب کو بند کر دو ماسوا حضرت
اِلَّا مَا كَانَ مِنْ بَيْتِ اَبِي بَكْرٍ رض	ابوبکر رض کے دروازہ کے کیونکہ میرے
فَاِنِّي لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَعِنْدِي	نزدیک صحبت کے اعتبار سے اس سے کوئی
اَفْضَلَ فِي الصُّحْبَةِ مِنْهُ	افضل نہیں ہے ۔

(البدایہ ص ۲۲۹ ج ۵)

اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام صحابہ رض کرام کی موجودگی میں (جن میں حضرت علی رض، عباس رض اور دیگر بنو ہاشم بھی شامل تھے) حضرت ابوبکر رض کو امام صلوات مقرر فرمادیا چنانچہ صحیح بخاری اور دیگر اصول صحاح میں بالصراحت یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر رض کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ۔

یہاں مُرُوْا بصیغہ جمع ہے ۔ یہ حکم صرف حضرت عائشہ رض کو نہیں ہے بلکہ سنی کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رض نے معذرت چاہی کہ ابوبکر رض کو کھڑا نہ کیا جائے اور اس کیلئے بہانے بھی تلاش کئے تاہم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے ان کو ڈانٹ دیا اور حضرت ابو بکرؓ کی امامت پر اصرار کیا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک دو نہیں حضرت ابو بکرؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں یہ ایک ایسا شرف ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ مرض الموت والے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے جو مناقب بیان فرمائے وہ محض فضائل نہ تھے بلکہ حضرت ابو بکرؓ کی خصوصیات تھیں، اور وہ مناقب تھے جو کسی دوسرے میں نہیں پائے جاتے۔ علامہ ذھبیؒ المنتقیٰ (ص ۴۴) میں لکھتے ہیں:۔

"۹ھ کو حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج بنایا جو حضرت ابو بکرؓ کے خصائص و مزایا سے ہے جیسا کہ نماز میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت ان کے خصائص سے شمار ہوتی ہے۔"

اس پر محب الدین خطیب لکھتے ہیں:۔

"ہجرت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھی ہونا، جنگ بدر کے دن عریش میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہنا وغیرہ حضرت ابو بکرؓ کے خصائص ہیں۔"

حج میں حضرت ابو بکرؓ امیر تھے۔ حضرت علیؓ مامور تھے۔ حضرت علیؓ کو صرف سورہ براءۃ کی ابتدائی چالیس آیات کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا اور یہی وہ آیات ہیں جن میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کی تعریف و ثناء بھی مذکور ہے (ملاحظہ ہو

آیت الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ هما فی الغار (الآیۃ)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو پیش امام مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ، عباسؓ اور بنو ہاشم کے دوسرے بزرگ آپؓ کی اقتدار میں نمازیں پڑھتے رہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے فضائل کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہؓ سے علم و فضل میں بھی مقدم تھے چنانچہ متکلمین اہل سنت کے امام شیخ ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں :-

وَتَقْدِیْمُهٗ لَهٗ اَمْرٌ مَعْلُوْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ مِنْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَثَبَتَ مِنْهُ اَنَّهٗ اَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَاَقْرَءُهُمْ الخ	حضرت ابوبکرؓ کو نماز میں امام مقرر کرنا ایک مشہور بات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہؓ سے علم و فضل میں بڑھ کر تھے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ امام وہی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔

اس پر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

"امام اشعریؒ کی یہ رائے سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ میں امامت کی اہلیت کے تمام صفات بدرجۂ اتم موجود تھے۔ (البدایہ صـ ۲۳۶ ج ۵)

شیعہ کا اعتراض' اور اس کا جواب'

اب اس کے بعد شیعہ کا یہ اعتراض بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی امامت والی روایت صرف حضرت عائشہؓ سے منقول ہے لہٰذا یہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اولاً تو حضرت ابوبکرؓ کی تقدیم کا واقعہ مشہور و معروف ہے' کہ آجتک کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور پھر اس کے راوی صرف حضرت عائشہؓ ہی نہیں ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود (مستدرک حاکم' الاستیعاب) حضرت علیؓ (اسد الغابۃ) ابوموسیٰ اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے[1] بلکہ اسد الغابۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

"آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کو امام مقرر فرمایا اور جس چیز کو آنحضرتؐ نے پسند فرمایا اسے ہم کیونکر ناپسند کر سکتے ہیں[2]"

الغرض حضرت ابوبکرؓ کی تقدیم پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی بھی عملاً سچی ہو جاتی ہے :۔

دَیَأْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ۔ — کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکرؓ کے سوا کسی کو آگے نہیں کریں گے۔

یہی نہیں بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے استحقاق

[1] بحار الانوار مجلسی (...) و ایضاً عن سالم بن عبید [2] اسد الغابۃ ص۲۲۱ ج۳ تہران

میں اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا جس پر انصار نے بیک زبان ہو کر کہا[1]۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ نَتَقَدَّمَ اَبَا بَکْرٍؓ ۔ کہ نعوذ باللہ ہم ابوبکرؓ پر تقدم کا دعویٰ کریں۔

تاریخ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مشہور روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو انتقال فرمایا۔ پیر کی صبح کو حضرت ابوبکرؓ عیادت کیلئے تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت قدرے اُمید افزا تھی، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ "سنح" مقام میں اپنی بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے پاس چلے گئے اور حضرت علیؓ اپنے گھر چلے گئے اور وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مستورات کے علاوہ کوئی مرد موجود نہ تھا، چنانچہ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض نے جب شدت اختیار کرلی اور ازواج کو یقین ہو گیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حالتِ نزع میں ہیں تو حضرت عائشہؓ نے ابوبکرؓ کو بلا بھیجا، اور حفصہؓ نے حضرت عمرؓ کو اور فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو لیکن یہ سب حضرات اس وقت پہنچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وفات کے بعد سب سے پہلے مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عمرؓ داخل ہوئے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:۔

---

[1] البدایہ ج ۵

حضرت عمر رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھ کر کہا۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت غشی طاری ہے"۔ پھر جب وہ دونوں اٹھ کر دروازہ کے پاس پہنچے تو مغیرہؓ نے کہا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں"

اس پر حضرت عمرؓ کو طیش آگیا اور کہنے لگے۔ "تم جھوٹ کہتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہونگے جب تک منافقین کا نام ونشان تک نہ مٹا ڈالیں"۔

چنانچہ اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور پھر سرہانے کی طرف کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا بوسہ دیا اور غم واندوہ کا اظہار کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد مسجد کو چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے اور بڑے جوش سے اس یقین کا اظہار کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک فوت نہیں ہونگے جب تک منافقین کا قلع قمع نہ کرلیں۔

اس پر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنا تاریخی خطبہ دیا۔ لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حمد وثنا کے بعد یہ آیت تلاوت کی:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: ۳۰)

بیشک تم مرنے والے ہو اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

---

[1] اسد الغابہ ص۲۲۲ ج۳ وفیہ قال عمرؓ من له فقده الثلاثة ذكراهما في الغار والاثنين الثاني تقديمه في الصلوٰة والثالث صحبة الخاصة في مواضع ومن خواجه ایضاً ان الخلفاء الثلاثة بعده روى عن ابي بكرؓ وروى عنه عليؓ وقال: وحدثني ابوبكرؓ وصدق ابوبكرؓ [2] البدایہ ص۲۵۴ ج۵

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْن مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ الاٰیہ (آل عمران: ۱۴۴)	نہیں ہے محمدؐ مگر اللہ کا رسول، اس سے پہلے بھی پیغمبر گذر چکے ہیں۔ اگر وہ مر گئے یا قتل ہو گئے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پہ پھر جاؤ گے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا :-

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ	جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا ہے اسے جاننا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے اسے موت نہیں ہے۔

مزید فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ہم تک پہنچا دیا اور اسے قائم اور غالب کر دکھایا اب اس کے بعد جو ہماری مخالفت کریگا ہم تلوار سے اس کا مقابلہ کریں گے، اور مخالفین کے ساتھ اسی طرح جہاد کرینگے جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا۔ چنانچہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیہ سنی تو سب کی زبان پر یہ آیت اس طرح جاری ہو گئی گویا ابھی نازل ہوئی ہے[۱]۔ اور ابوبکرؓ کے خطبہ کے بعد حضرت عمرؓ سمیت سب نے یقین کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ گویا اس مسئلہ پر یہ خطبہ جمہور صحابہ کے مابین ایک فیصلہ کن خطبہ تھا جس کے

---

[۱] البخاری فضائل الصحابہ من حدیث عائشۃ وفی البدایہ من حدیث عبدالرحمٰن بن عوف الزہری ۲۴۲/۵ وفی جمیع دواوین السنۃ بالفاظ متقاربۃ۔

بعد اس پر بحث کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

آنحضرتؐ نے پیر (سوموار) کے دن وفات پائی اور آپؐ کی وفات کی خبر پھیلتے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع ہوا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے قائمقام کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ انصار کا خیال تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کو جگہ دی ہے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت بھی ہمارا حق ہے۔

اس اجتماع کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھے کہ کسی نے حضرت عمرؓ کو آکر بتایا کہ انصار سقیفہ میں جمع ہو رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی فیصلہ کر لیں اور بعد میں مشکل پیدا ہو جائے، اس لئے ان کی خبر ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں پہنچ گئے[۱]

مہاجرین کے اس گروہ کے پہنچنے پر انصار نے مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ کا نعرہ لگایا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے یہاں پر بھی ایسا معجزانہ خطبہ دیا کہ حضرت عمرؓ بھی حیرت زدہ رہ گئے چنانچہ حضرت عمرؓ کا بیان ہے:۔

وَقَدْ كُنْتُ زَوَّرْتُ مَقَالَةً	میں نے دل میں ایک مضمون بنایا تھا،
اَعْجَبَتْنِيْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْلُغَهُ	مجھے اندیشہ تھا کہ شاید ابوبکرؓ کی وہاں
ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ	تک رسائی نہ ہو لیکن ابوبکرؓ نے خطاب
وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ كَلِمَةً اَعْجَبَتْنِيْ فِيْ	کیا اور سب لوگوں سے بڑھ کر بلیغانہ انداز

---

[۱] فتح الباری ص۱۴۳ ج ۱۵ [۲] فتح الباری ص۲۵ ج ۸

إِلَّا قَالَهَا فِي بَدِيْهَتِهِ وَأَفْضَلَ حَتَّى سَكَتَ ۔
میں خطاب کیا۔ بخدا انہوں نے کوئی
بات نہ چھوڑی مگر فی البدیہہ کہدی
اور مجھ سے بہتر کہی حتیٰ کہ میں خاموش
ہو کر رہ گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے انصار کے مناقب بیان فرمائے۔ حتیٰ کہ آنحضرت نے انصار کے حق میں جو کچھ بھی فرمایا تھا سب کچھ دہرایا اور آخر میں فرمایا:۔

"تم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس سے انکار نہیں لیکن عرب لوگ خلافت یا امارت قریش کے علاوہ کسی دوسرے کی تسلیم نہیں کرینگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ کہ ائمہ قریش سے ہونگے[1]

لہٰذا عمرؓ یا ابوعبیدہؓ کی بیعت کر لو۔

لیکن حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو امیر بنایا جائے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اصلاح اُمت اور دین کی خیرخواہی کے لئے امیر بننا منظور کر لیا۔ نیز حضرت ابوبکرؓ نے انصار پر حجت قائم کرنے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یایها الذین آمنوا اتقوا اللہ

---

[1] واجع المسند للطیالسی رقم ۹۲۶ عن ابی برزہ و رقم ۲۱۳۳ منہ عن انس و البخاری فی کتاب الاحکام عن معاویۃ باختلاف الالفاظ و فی المسند لاحمد (۳: ۱۲۹) و (۳: ۱۸۳) عن انسؓ و فی (۴: ۴۲۱) منہ عن ابی برزۃ و علی کل حال الحدیث مشہور رواہ عن النبیؐ جماعۃ من الصحابۃ۔

اللہ وکونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ : ۱۱۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کا ساتھ دو

چنانچہ تمام مجمع نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ، زبیرؓ اور ان کے ساتھی، حضرت فاطمہؓ کے مکان پر جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے[2] (جو غالباً حضرت علیؓ کو امیر بنانا چاہتے تھے) اور مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہو گئے اور انصار سقیفہ بن ساعدہ میں مجتمع ہو گئے۔ انصار کے اجتماع کی خبر پر حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ انصار کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ وہاں چلے گئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہو گئے۔

دوسرے دن یعنی منگل کو مسجد میں اجتماع ہوا اور حضرت ابوبکرؓ منبر پر بیٹھے حضرت ابوبکرؓ کو جب حضرت علیؓ نظر نہ آئے تو انہوں نے کہا حضرت علیؓ نظر نہیں آتے چنانچہ چند انصار اٹھ گئے اور حضرت علیؓ کو لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا :-

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمزاد بھائی اور داماد ہو کر مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہو۔ اس پر حضرت علیؓ نے معذرت کی اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (البدایہ ص۲۴۹ ج ۵)

آیت نمبر ص۱۴۰ [2] ملاحظہ ہو خطبہ عمر فاروقؓ مسند احمد ص۵۵ ج ۱ رقم ۳۹۱ طبع ثانی

اسی طرح حضرت زبیرؓ کو بھی بلایا گیا اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا تو ان دونوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا :-

"ہماری رنجش کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری شرکت کو ضروری نہیں سمجھا گیا ورنہ تو ہم بھی ابوبکرؓ کے استحقاق کو تسلیم کرتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو پیش امام مقرر فرما دیا تھا۔" (البدایہ ص۲۵ ج ۵)

ان جملہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام مہاجرین اور انصار کا اجماع ہو گیا تھا اور سعد بن عبادہ کے سوا سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی تھی۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی عملاً بھی تصدیق ہو گئی۔

یأبی اللہ والمؤمنون الا ابا بکرؓ۔	کہ اللہ اور مومن حضرت ابوبکرؓ کے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے،

حافظ ابن کثیر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نص کسی کو خلیفہ یا وصی مقرر نہیں کیا تھا نہ تو حضرت صدیق اکبرؓ کو ہی جیسا کہ بعض علمائے سنت کا خیال ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ کو جیسا کہ روافض کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ اپنے بصرہ والے خطبہ میں فرماتے ہیں :-

"لوگو ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف خلافت کا کوئی عہد نہ کیا تھا بلکہ ہم نے اپنی رائے سے ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا تھا"

شیعہ کی بے لبسی !

اس مقام پر شیعہ حضرات کی حالت نہایت قابل رحم ہے وہ ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر "غدیرخم" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا اور دوسری طرف حدیث قرطاس کو سینے سے لگاتے ہیں۔ حالانکہ غدیرخم میں وصی کا اعلان ہونے کے بعد اب حضرت علیؓ کے متعلق تحریر کی ضرورت نہ تھی، پس شیعہ حضرات کو چاہیئے کہ یا تو غدیرخم والے خطبہ کو دلیل بنائیں یا اسے چھوڑ کر حدیث قرطاس سے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل پر استدلال کریں۔ اسکے بعد ہی انکی دلیل قابل توجہ ہو سکتی ہے۔

ایک حقیقت کا انکشاف

دراصل بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے "وصی" ہونے کا نہ تو "غدیرخم" والے خطبہ میں اعلان کیا گیا اور نہ ہی واقعہ قرطاس کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کوئی ایسی بات تھی جسے حضرت علیؓ اور مہاجرین وانصار خصوصاً بنوہاشم خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے قبل جب عباسؓ نے حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور خلافت کے متعلق دریافت کرنے

کا مشورہ دیا تو حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِن سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَمَنَعَنَاهَا لا یعطینا ھا الناس بعدہٗ و انی واللّٰہ لا اسألھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم[1]

بخدا اگر ہم نے سوال کیا اور آنحضرتؐ نے انکار کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی بھی اس کا موقع نہیں دینگے۔ بخدا میں کبھی بھی اس کے متعلق آنحضرتؐ سے سوال نہیں کرونگا

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپؐ کے بعد "وصی" والا کوئی مسئلہ نہ تھا بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے اور حضرت علیؓ کے متعلق دوسری باتوں کی طرح یہ بھی ابن سباء یہودی کی اختراع ہے چنانچہ مامقانی نے اپنی کتاب تنقیح المقال میں محمد بن عمر کشیؒ سے نقل کیا ہے[2]

"اہلِ علم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سباء یہودی تھا وہ مسلمان ہوگیا' اور اس نے حضرت علیؓ سے تعلق قائم کر لیا۔ یہودی ہونے کی حالت میں وہ حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کا وصی کہا کرتا پھر مسلمان ہونے کے بعد اس نے یہ فقرہ حضرت علیؓ پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ یا اس کے دیگر رفقاء اور اصحاب کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی یہ سب کچھ ابن سباء بانئ مذہب شیعہ کی تصنیف ہے ورنہ اللہ کے رسول اس قسم کے اتہام سے بری ہیں' بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] بخاری مع الفتح ص۔ ج البدایہ ص۲۵۱ ج ۵ ومسند احمد رقم ۲۹۹۹ - ویعلم منه ان العباسؓ وعلیؓ کانا فی اهتمام انفسهما ای کیف تکون حالهما بعد موت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولو کان هناك وصایة لم یکن لهمها معنیٰ [2] تنقیح المقال ص۱۸۴ ج ۲ والکشی رأس علمائهم فی الجرح والتعدیل واول کتاب لهم الباب فی الامامیین ۱۲

نے اپنی اس آخری رسالت کو اس قسم کے احتکار سے محفوظ رکھا ہے اور امت کو ایکے بعد دیگرے ہونیوالے اوصیاء کے قبضہ سے نکالکر یتیم ہونے سے بچا لیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام جیسی عالمگیر تحریک کو اس قسم کے وصی اور قیّم کی ضرورت بھی نہ تھی بلکہ حضرت ابوبکرؓ جیسے حوصلہ مند اور مدبر خلیفہ کی ضرورت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد پیدا ہونیوالی مشکلات پر قابو پا سکے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان تمام فتنوں کو دبا دیا جو یکایک آپؐ کی موت کے بعد اُبھر آئے تھے[1]

تجہیز و تکفین اور صحابہ کرامؓ

اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ پر جو طعن کیا جاتا ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہاں پر شیعہ حضرات صحابہ کرام خصوصاً شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) جیسی پاکیزہ ہستیوں پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ چھوڑ کر دنیا کے پیچھے چلے گئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپؐ کے اصحاب پر اس قسم کا طعن سراسر حماقت اور کینہ توزی کے مترادف ہے۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ نثار کر دیا اور اسلام کے غربت کے دور میں دشمنان اسلام کی طرف سے ہر قسم

---

[1] اس پر مفصل بحث کیلئے ہمارے مقالہ" امامت و خلافت" کا انتظار کیجیے۔ یہاں پر صرف حضرت عائشہؓ کے خطاب سے ایک جملہ نقل کر دینا ہی حضرت ابوبکرؓ کی عظمت کیلئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں فواللہ ما اختلفوا فی نقطۃ الا طار ابی بحظلہا و عنانہا و فصلہا۔ ابن العربی نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے استقلال کی شہادت دی ہے وہ فرماتے ہیں دھو فی ذالک کلہ رابط الجاش ثابت العلم والقدم فی الدین (العواصم ص۵۱)

کی اذیتوں کا مقابلہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اوّل الذکر نے ہجرت جیسے پرخطر سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہے اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بے انتہا خوشی ہوئی اور فرطِ مسرت سے سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کی شہادت شیعہ کتب میں بھی موجود ہے[1]۔ حضرت عمرؓ اتنی بڑی اسلامی مملکت کے خلیفہ ہونے کے باوجود عسر سے بسر کرتے رہے۔ اگر یہ دنیادار ہوتے تو اپنے دورِ خلافت میں بہت کچھ جمع کر سکتے تھے اور حضرت عثمانؓ کی مالی قربانیوں کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود برملا اعتراف کیا ہے۔ اب رہا، آنحضرت کی تجہیز و تکفین اور جنازہ تو اہل بیت کی طرح یہ لوگ بھی اس میں برابر شریک رہے تاہم اس وقت کے حالات کا تقاضا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور دفن سے پہلے ہی خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے۔ جو شخص سیاسیات میں ذرہ بھر بھی بصیرت رکھتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر یہ انتخاب بالفور نہ ہوتا تو مسلمانوں میں انتشار اور انارکی پھیل جانے کا خطرہ تھا جیسا کہ ارتداد وغیرہ کی تحریکات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ ابوبکرؓ صدیق کی فراست و تحمل اور جرأت کا نتیجہ تھا کہ تمام حالات پر قابو پا لیا گیا اور جس حد تک انتخاب کا تعلق ہے اس کے متعلق بنو ہاشم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں ہی بے قرار نظر آ رہے تھے۔ جیسا کہ ہم پہلے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ بیان کر آئے ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کے بعد اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس عمل میں حصہ لیا ہے تو حضرت علیؓ، زبیر، اوران کے دیگر ہم خیال لوگ بھی تو حضرت فاطمہؓ

---

[1] ناسخ التواریخ

کے گھر میں چھپ چھپا کر مشورہ کر رہے تھے اور حضرت علی رضا اس وقت تک فاطمہ رض کے گھر سے نہیں نکلے جب تک حضرت عباس رض نے یہ اطلاع نہیں دی کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھ کر بقیع میں دفن کرنے کے متعلق سوچ رہے ہیں چنانچہ حضرت علی رض باہر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کا اہتمام کیا ..... [1] اور حضرت عمر رض نے اپنے خطبہ میں بھی حضرت علی رض کے اس اجتماع کا ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت عمر رض فرماتے ہیں :-

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو انصار نے ہماری مخالفت کی اور سقیفہ میں جمع ہو گئے، اس طرح علی رض، زبیر اور ان اصحاب نے بھی ہماری مخالفت کی اور وہ فاطمہ رض کے گھر میں جمع ہو گئے لیکن مہاجرین حضرت ابوبکر رض کے گرد جمع ہوئے" [2]

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اگر انتخاب کے سبب ابوبکر رض اور عمر رض مطعون ہیں تو حضرت علی رض اور دیگر بنو ہاشم بھی اس سے بری قرار نہیں پا سکتے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا اہم تقاضا تھا اور اس کیلئے دو دن کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو ایک ہفتہ بھی مؤخر کیا جا سکتا تھا کیونکہ یہ سب کچھ دین کی حفاظت کیلئے کیا جا رہا تھا۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی وضاحت

---

[1] جلاء العیون صہ ۹۱ اصول کافی صہ ۴۶۲-۴۶۳ ج ۲ با ترجمہ فارسی۔ حیات القلوب صہ ۱۱۰۹

[2] بخاری کتاب المحاربین (باب رجم الحبلیٰ) صہ ۱۶۳ ج ۱۵ مع فتح الباری

کرتے ہیں :-

حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے متعلقہ تمام امور حضرت ابوبکرؓ کی ہدائیت کے مطابق انجام دیئے گئے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :-

فلما تمت (البیعۃ) شرعوا بعد ذالك في تجهيز رسول الله صلى الله عليه وسلم مقتدين في كل ما أشكل عليهم بأبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه (ص ۲۶۰ ج ۵)	جب دوسرے دن منگل کے دن حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی تو اب صحابہ کرامؓ نے آنحضرت کی تجہیز شروع کی اور جو مشکل پیش آئی اس میں حضرت ابوبکرؓ سے ہدایت لیتے رہے۔

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور حضرت کی ہدائیت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کو قمیص سمیت غسل دیا گیا۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ غسل میں حضرت علیؓ، فضل بن عباس، قثم بن عباس اور بعض دیگر افراد شریک تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :-

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما غسل رسول الله صلى الله عليه وسلم الا نساءه [1]	کہ اگر مجھے یہ بات سمجھ آجاتی جو بعد میں آئی تو آنحضرتؐ کو ان کے ازواج کو غسل دینا چاہیئے تھا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، پھر جب قبر کا معاملہ

---

[1] البدایہ ص ۲۶۰ ج ۵ بحوالہ ابوداؤد

آیا اور آپؐ کے مدفن میں صحابہؓ کو تردد ہوا تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :-

لم یقبر نبی الا حیث یموت ؎	کہ نبی جہاں فوت ہو اسی جگہ اسے دفن کیا جائے۔

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فراش اٹھا کر اس جگہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کھودی گئی۔ ابوطلحہؓ نے آپؐ کی قبر کھودی اور لحد (بغلی) بنائی۔ غسل کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سریر جنازہ پہ رکھا گیا اور لوگوں کو جنازہ کی اجازت دی گئی اور سب نے انفراداً نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور انہوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حجرہ میں داخل ہو کر اولاً تو انہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کی (السلام علیک - ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اور ان کے بالتبع مہاجرین اور انصار نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ سلام پیش کیا۔ اس کے بعد صف بندی کی گئی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ پہلی صف میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سریر کے حذاء میں کھڑے ہوئے اور دونوں نے باواز بلند یہ دعا پڑھی :-

اللھم انا نشھد انہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ
قد بلّغ ما انزل الیہ ونصح لامتہٖ	نے جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا اسے
وجاھد فی سبیل اللہ، حتیٰ اعز اللہ	پہنچا دیا اور اپنی امت کی خیر خواہی کی -

---

؎ موطا مالک قال ابن عبد البر صحیح من وجوہ مختلفۃ ص۲۶۶ ج ۲ مع الزرقانی والترمذی ( ) من حدیث عائشہ وابی بکرؓ مرفوعاً وسنن ابن ماجہ ص۱۱۸) وابن سعد من حدیث ابن عباسؓ والامکانی من حدیث علیؓ لما مرنا نا من ان ھذا من خصائص الانبیاء

دِينَهٗ، وتمت كلمتهٗ و اٰمن بِهٖ وحدهٗ لاشريك له فاجعلنا الٰهنا ممن يتبعُ القولَ الَّذِي انزل معه واجمعْ بيننا و بينهٗ، حتى تعرفهٗ بنا وتعرفنا بِهٖ فانّهٗ كان رؤفا رحيمًا، لا نبتغي بِالايمانِ بِهٖ بدلاً ولا نشتري بِهٖ ثمنًا ابدًا۔	اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بلند کیا اور اس کا کلام پورا ہو گیا اور اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لایا گیا پس اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں داخل فرما جنہوں نے اس قول کی اتباع کی جو اس پر نازل کیا گیا اور قیامت کے دن ہمیں آنحضرت ؐ کے ساتھ جمع فرما حتی کہ ہمیں اُن کی وجہ سے اور آپ ؐ کو ہماری وجہ سے تو پہچان سکے بے شک آپ ؐ نہایت شفقت کرنے والے مہربان تھے ہم اس کے بدلے کسی اور پر ایمان نہیں لائنے اور نہ اس کے بدلے کبھی بھی دنیا خریدیں گے

البدایہ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ دُعا پڑھتے رہے اور لوگ آمین کہتے رہے [1]

اس کے بعد سب نے نماز جنازہ ادا کی چنانچہ الکافی میں حضرت جعفرؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا:۔

لما قُبِضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم — جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے

[1] البدایہ ص۳۳۲ ج ۵ نحوہ ویقول الناس آمین آمین و فی الترمذی ان ابابکر امر الناس ان یصلوا علیہ فرادیٰ و فی ابن سعد (ص۲۹ ج ۲)

صلت علیہ الملائکۃ والمهاجرون والانصار فوجاً فوجاً [1] تو فرشتوں نے آپؐ پر نماز پڑھی اور تمام مہاجرین اور انصار نے گروہ در گروہ آپ پر نماز ادا کی۔

اور سہ شنبہ کی شام تک نماز ہوتی رہی۔[2] البدایہ میں ہے۔ بدھ کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ بعض نے منگل کی رات ذکر کی ہے۔ قاضی منصور پوری لکھتے ہیں۔

"ان دونوں میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ منگل کی رات کو شب چہار شنبہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس بنا پر کہ غروب شمس سے اسلامی تاریخ بدل جاتی ہے"

الغرض سب نے نماز ادا کی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ آپؐ پر نماز جنازہ حقیقی نماز تھی محض دعا نہ تھی (زرقانی) اور المواھب شرح زرقانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں یہ درود پڑھا گیا :۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ صَلٰوۃُ اللّٰہِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ عَلٰی سَیِّدِ	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرتؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ اے اللہ ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکو کار مہربان کی رحمت ہو اور مقرب فرشتوں اور انبیاء کی......

الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ وَالْمُبَشِّرِ الدَّاعِيْ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ۔

(ص ۲۹۳ ج ۸)

سید المرسلین اور متقین کے امام اور اللہ رب العلمین کے رسول پر جو کہ توحید کی شہادت اور خوشخبری دینے والا ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن کرنیوالا چراغ ہے اور اے اللہ اس پر برکت اور سلامتی نازل فرما۔

ایک وضاحت

واضح رہے کہ علماء محدثین اور اصحاب سیرت نے آنحضرتؐ کے مدفن کے سلسلہ میں خاص طور پر حجرہ شریفہ کی نسبت حضرت عائشہؓ کی طرف کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حجرہ حضرت عائشہؓ کی رہائش گاہ ہونے کے علاوہ ان کی ملکیت بھی تھا۔ سنی کتابوں کے علاوہ شیعی کتب میں بھی اس حجرہ کا تعارف حضرت عائشہؓ کی طرف نسبت سے کرایا گیا ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی آنحضرتؐ کے مرض الموت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پس عائشہؓ زناں دیگر را راضی کرد و نزد آنحضرتؐ آمد و التماس کرد و

یعنی حضرت عائشہؓ نے دوسری ازواجؓ کو راضی کر لیا اور آنحضرت سے گذارش

آنحضرت رابجانانہ خود در تیہ ۔ کی اور اپنے گھر لے گئیں ۔

اور قرآن نے بھی ازواج مطہرات کے حجرات کو ان کے گھر قرار دیا ہے جس کے بعد اس حجرہ کے حضرت عائشہ رضؓ کا حجرہ ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پس اس دفن میں حضرت عائشہ رضؓ کو جو شرف حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے ۔ ھذا آخر ما اردنا جمعہ واللہ الموفق ولہ الحمد

وما علینا الا البلاغ المبین

الحمد

اعبد الرحمن دیوبندی منبع قرآن وحدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد

حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ نماز جنازہ کے پڑھنے کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

فیکبر اربع تکبیرات	نماز جنازہ میں چار تکبیریں
یقرأ فی الاولیٰ	کہے پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ
الفاتحۃ لما روی	پڑھے۔ جیسے حضرت ابن
عن ابن عباسؓ الخ	عباسؓ سے مروی ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص۔ ۵۰۹۔ مطبوعہ لاہور)

نہ تم طعنے دیتے نہ ہم یوں فریاد کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتی

ناظرین کرام :- مولانا موصوف نے مسئلہ سورۃ فاتحہ پر وضاحت کر دی ہے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے پر ہیچے چند دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ ہم نے آخر میں پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ کا فیصلہ اسلئے نقل کیا ہے کہ اسکے بعد اگر مقلدین احناف خصوصاً بریلوی حضرات صحیح مسلک تسلیم نہ کریں تو پھر انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ہم نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان لوگوں سے نماز جنازہ کا جھٹکا نہ کرائیں ورنہ قیامت کے دن مرنے والے کا ہاتھ ہو گا اور ان کا گریبان ہو گا۔

نوٹ :- ہمارے حنفی دوست نماز جنازہ میں جو درود پڑھتے ہیں وہ بھی کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے ہمت ہے تو ثابت کریں ورنہ میت پر ظلم کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور سوچ لیں کہ :-

مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود والا محاورہ ان لوگوں پر صادق آتا ہے ... عبدالغفار ... پور

صلوٰۃ التراویح

جمع و ترتیب

حضرت العلّام مولانا عبدالرحمٰن، فاضلِ دیوبند

یہ مختصر رسالہ نماز تراویح کی رکعات کے بارے میں اس لیے تحریر کیا ہے کہ لوگ غیر سنّت کو سنّت بنا کر گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں خدا کرے کہ ان کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ کیونکہ حنفی علماء کی دھاندلیوں کی وجہ سے میں خود عرصہ تک اس میں مبتلا رہا ہوں۔ اب خدا نے مجھے ہدایت دی ہے تو جی چاہتا ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے متنبہ کر دوں۔ چنانچہ صحیح احادیث کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ آٹھ رکعت ہی مسنون صلوٰۃ تراویح ہے

ملنے کا پتہ

ادارہ اشاعت السنّہ لائلپور

نغمۂ توحید

اے خالق کل اے مالک کل اے عالم کل اے قادر کل
رحمان ہے تو سبحان ہے تو کوئی تیری صفتیں پا نہ سکا

ہر شے پہ تصرف ہے تیرا جب حکم کیا تب مینہ برسا
اے مالک ابر سے تیرے سوا ایک بوند بھی کوئی گرا نہ سکا

قادر وہ نہیں ہے جس سے کبھی بن سکتی نہیں اک مکھی بھی
مکھی تو بنانا دور رہا اک بال بھی بدلا جا نہ سکا

مخلوق ہے وہ مجبور ہے وہ محکوم ہے وہ مختار نہیں
وہ ضعف و ضرر سقم و اجل سے اپنی جان بچا نہ سکا

یونس نے پکارا یا رب خدا وہ بیٹھ گیا تھا کشتی میں
پر تیرا حکم تو ٹل نہ سکا وہ خود کو پار لگا نہ سکا

تو جس کو ڈبوتے آئے پھر کس میں ہے قدرت پار کرے
مجبور رہا محبوب ترا کشتی میں پیسر کو بٹھا نہ سکا

ہر دل پہ تصرف ہے ترا ایمان بھی تیری اک عطا
جس دل پہ تیری مہر ہوئی اسے کلمہ کوئی پڑھا نہ سکا

ایمان نہ دے تو اذن ہو کب اور اذن نہ دے تو شفاعت کب
دارین میں تیرے سوا کوئی بندوں کی بگڑی بنا نہ سکا

خاموش کو رکھا بنا ہی گو اگر صبر و توکل اسکو عطا کر
اس در کے سوا دنیا کو نبی در اور کسی کا بتا نہ سکا

زندے ہیں وسیلہ زندوں کا زندے ہی تعاون کرتے ہیں
کوئی بندہ نکل کر تربت سے دنیا کے کام بنا نہ سکا

زندوں نے نبوت پائی تھی اور حق کی بات بتائی تھی
بندوں کو ڈرانے کو بندہ قبروں سے کوئی آ نہ سکا

زندے ہی جنگ میں آتے ہیں زندے ہی تیر چلاتے ہیں
زندے ہی نصرت پاتے ہیں کوئی مردہ تیغ چلا نہ سکا

دنیا میں اہل تربت سے آتا ہے کوئی امداد کو بھی
اب تک تو جہاں میں کوئی بھی قبروں سے فوج بلا نہ سکا

مردوں کو اٹھاتے ہیں زندے جا کر دفناتے ہیں زندے
جب روح بدن کو چھوڑ گئی کوئی چل کے لحد کو جا نہ سکا

[illegible]

ادارہ اشاعت السنۃ المحمدیہ لائلپور

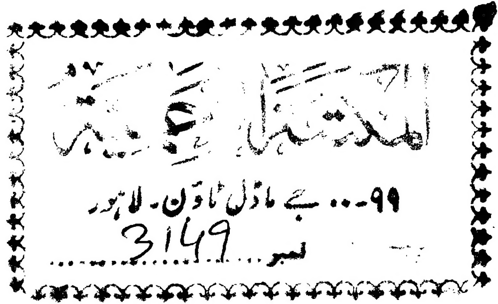


اشاعت فنڈ

* احکام جنازہ
* صلوٰۃ تراویح ۶/۵۰
* فوز المرام فی قراۃ فاتحہ خلف الامام ۳/=
* صداقت مسلک اہلحدیث ۱/=
* عید میلاد النبیؐ کے نام پر ۲/=
* عید الفطر
* فلسفہ قربانی
* کیلنڈر صداقت مسلک اہلحدیث ۱/=

عربی کلاس

نشاط ہوٹل بلڈنگ بھوانہ بازار لائلپور


۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 3149

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

نوجوانانِ لائلپور سے

درخواست ہے کہ فرصت کے لمحات غنیمت سمجھیں اور اس اہم کلاس میں داخلہ لے کر معارف قرآنِ حکیم سے واقفیت حاصل کریں اور اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو کر اسلام کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔

لادینیت

کے موجودہ دور میں ملک اور قوم کو آپ جیسے نونہالوں کی اشد ضرورت ہے لہذا اس خدمت کو سرانجام دینے کیلئے شیخ التفسیر حضرت العلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ عربی کلاس نماز مغرب کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔

ناشر دار المطا[illegible] ختم نبوت لائ[illegible]ر